امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- مولانا سید منظور احمد قاسمی
- مولانا ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی ......
- حکام وامراء کی دینی وفکری رہنمائی
- خلیفہ ہارون رشید کے عہد کی خصوصیات
- بیت المقدس ہمارے دلوں میں بستا ہے
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت
- حکومت سوشل میڈیا سے خوف زدہ کیوں

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 42 مورخہ ۸/ربیع الاول ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶/اکتوبر ۲۰۲۰ء روز سوموار

ملک کی ترقی میں پورا حصہ لیجئے

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمہ اللہ

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضرورت محسوس کی کہ امارت شرعیہ کا پیغام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی پہونچایا جائے تاکہ وہ اسلام کو سمجھ سکیں، ان کی غلط فہمیاں دور ہوں وہ یہ محسوس کریں کہ اسلام امن اور شانتی کا مذہب ہے، امارت شرعیہ کی تحریک خالص دینی اور اسلامی تحریک ہے، امارت شرعیہ پوری انسانیت کے لئے امن وشانتی چاہتی ہے، وہ ہندوستانیوں کو امن وسلامتی، اعلیٰ اخلاقی قدروں اور مضبوط کیریکٹر کا پیکر دیکھنا چاہتی ہے، ناجائز طریق کار، خفیہ سازشیں اس کا مطمح نظر نہیں۔ اس مقصد کے لئے کئی سال پہلے ۱۵/دسمبر ۱۹۵۸ء کو پٹنہ گرینڈ ہوٹل میں ایک بڑی پریس کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں اُردو، ہندی، انگریزی اور بنگلہ پریس کے مقتدر نمائندے موجود تھے۔ حضرت امیر شریعت رابعؒ نے اس پریس کانفرنس کو خطاب فرماتے ہوئے جو تاریخی تقریر کی، وہ درج ذیل ہے:-------- (ادارہ)

اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ مسلمان دنیا کے جس کونے میں بھی رہیں اور جس حالت میں بھی رہیں، انہیں ایک مذہبی سردار کے ماتحت زندگی گزارنی چاہئے، ہمارے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک حکم دیا کہ اگر تین آدمی سفر میں جارہے ہوں تو انہیں چاہیے کہ ایک کو اپنا سردار بنالیں۔ اسلام خودرائی اور انتشار کی زندگی کو پسند نہیں کرتا۔ وہ نظم، ڈسپلن اور سمع وطاعت کو ضروری قرار دیتا ہے، جو لوگ عربی سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلام کے معنی ہی فرمانبرداری کے ہیں اور مسلمان اسی کو کہتے ہیں جو فرمانبرداری کا اقرار کرے۔ لیکن یہ فرمانبرداری اور اطاعت ہماری اور آپ کی نہیں، بلکہ خدا کی، جس نے ہر چیز کو زندگی بخشی اور پورے عالم کی پرورش کرتا ہے، سردار اور امیر جس کے ماتحت رہنے اور جس کے حکم پر چلنے کی تاکید اسلام نے کی ہے، اس کی باتوں کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا اصل میں خدا ہی کی اطاعت ہے، اس لئے اس سردار اور امیر کو اپنی طرف سے حکم دینے کا کوئی حق نہیں، بلکہ وہ ایسی ہی باتوں کی طرف رہنمائی کرسکتا ہے، جو خدا کے حکم اور مرضی کے مطابق ہوں، اگر سردار اور امیر کسی ایسی بات کا حکم دے، جو خدا کے حکم کے خلاف ہو اور بھلائی کے بجائے بُرائی پھیلانے والی ہو تو ایسے حکم اور ایسی باتوں کو ماننا مسلمانوں کے لئے درست نہیں۔ غرض مذکورہ باتوں کے پیش نظر اسلامی زندگی گذارنے کے لئے صوبہ بہار، اڑیسہ وجھارکھند میں ایک مذہبی تنظیم قائم کی گئی، اسی کا نام ”امارت شرعیہ“ ہے۔

مسلمانوں کو اسلام کے صحیح اور بنیادی اصولوں کی طرف رہنمائی کرنا، ان میں دینی شعور پیدا کرنا، اور انہیں یہ بتانا کہ اسلام کا لیبل لگانے کے بعد انسان پر کون سے فرائض اور کیسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، انہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر آمادہ اور مستعد کرنا، مسلمانوں میں یہ جذبہ اُبھارنا کہ اسے دنیا میں صرف اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے لذت اُٹھائے، پھر موت کی گود میں ہمیشہ کی نیند سو جائے، بلکہ اس کا فرض ہے کہ اپنی طاقت بھر بھلائیوں کو پھیلائے اور بُرائیوں کو روکے، خواہ اس فرض کے انجام دینے میں اسے دنیاوی تکلیفیں اور مصیبتیں ہی کیوں نہ اٹھانی پڑیں۔ امارت شرعیہ چاہتی ہے کہ صوبہ بہار، اڑیسہ وجھارکھند کا مسلمان ایک سچا مسلمان بن کر اپنے ملک کو آگے بڑھائے اور اس کی ترقی میں پورا حصہ لے۔ نیز امارت شرعیہ کا مقصد یہ بھی ہے کہ اسلامی اصولوں کو دُنیا کے سامنے پیش کیا جائے، کیونکہ امارت اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ اسلام صداقتوں اور سچائیوں کا مرکز ہے، اور ایک ایسی دولت ہے جو کسی فرد، خاندان، قوم یا ملک کی جاگیر نہیں بلکہ ہر وہ انسان اس کا حقدار اور حصہ دار ہے جو حق کو تلاش کرتا ہے اور سچائی پر چلنا چاہتا ہے، اسی لئے اسلام اور اس کی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا امارت شرعیہ اپنا ایک اہم اور خوشگوار فرض سمجھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ امارت کی دعوت کا قبول کرنا اور نہ کرنا یہ سننے والوں کی مرضی پر موقوف ہے۔

سچائی اور بھلائی کسی کے دل ودماغ میں جبراً داخل نہیں کی جاسکتی اور جو چیز تشدد کے ذریعہ منوائی جائے وہ کبھی صداقت نہیں کہلاسکتی، خواہ وہ تشدد دلفریب مگر جھوٹے پروپگنڈے ہی کا کیوں نہ ہو۔ صداقت اور سچائی کے پھیلانے کی راہ محبت اور صفائی کے کھلے میدانوں سے ہو کر گذرتی ہے۔ خفیہ کارروائیوں اور سازشوں کے ذریعہ صداقت اور حقانیت نہ کبھی پھیلائی گئی ہے اور نہ آئندہ کبھی پھیلائی جاسکتی ہے، یہ بھی نامناسب تشدد کی ایک قسم ہے، جس کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ اسلام انسان کی زندگی میں پیدا ہونے والے تمام سوالات کا جواب دیتا ہے اور اس کے اصولوں پر چل کر ہی ایک صالح سوسائٹی پیدا کی جاسکتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ زمانہ ماضی میں اس کا کامیاب تجربہ ہو چکا ہے۔ اگر آپ اسلام کو ہم میں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو میں شرمندگی مگر صفائی کے ساتھ عرض کروں گا کہ اس کوشش میں آپ کو کامیابی نہ ہوگی، اگر ہم اسلام کا صحیح اور سچا نمونہ ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ ملک میں مسلم اور غیر مسلم کا سوال اتنا پیچیدہ اور اس نوعیت کا نہ ہوتا، جیسا کہ پچھلے زمانوں میں ہو چکا ہے۔ ہم نام کے مسلمان ہیں کام کے مسلمان نہیں۔ اگر ہم نے اسلام کی تعلیم کو اپنے اوپر جاری کیا ہوتا تو ملک کی بہت سی بُرائیاں کچھ کہے بغیر صرف ہمیں دیکھ کر دور ہوگئی ہوتیں، اور بہت سی ملکی وسماجی خرابیاں پیدا ہونے سے پہلے ہی مرچکی ہوتیں، جارج برنارڈ شا نے کہا تھا اور صحیح کہا تھا، کہ۔۔۔ ”اگر دُنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈکٹیٹر شپ قبول کرلے تو دُنیا کے مسائل بغیر کسی تاخیر کے حل ہوجائیں گے۔“ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۳۷ء میں جب پہلی بار کانگریس نے حکومتیں سنبھالیں تو مہاتما گاندھی نے کانگریسی وزیروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا، کہ ”ابوبکر وعمرؓ تاریخ کے زمانہ کی ہستیاں ہیں، وزراء کو ان کے طریقوں کی پیروی کرنی چاہئے۔“

سیدنا ابوبکر وعمرؓ سچے مسلمان تھے، جن کی زندگی تیرہ سو برس کے بعد بھی مہاتما گاندھی جیسے رہنما کے نزدیک مثال ونمونہ ہے۔ غرض مسلمان کو ان کے صحیح مقام پر پہونچانا اور سچائی اور صداقت جو اسلام کی دوسری تعبیر ہے دنیا کے سامنے اس کو پیش کرنا، بُرائی کو اپنے مقدور بھر اُکھاڑ پھینکنے کی کوشش میں لگے رہنا ہمارا مقصد ہے اور اس راہ میں تکلیفیں آئیں تو اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرنا ہمارا فرض ہے، اس لیے کہ ہم اسی میں دنیا کی کامیابی اور آخرت کی نجات کا یقین کرتے ہیں۔

(ماخوز از خطبات امیر شریعت رابعؒ)

جارج برنارڈ شا نے کہا تھا کہ ”اگر دُنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈکٹیٹر شپ قبول کرلے تو دُنیا کے مسائل بغیر کسی تاخیر کے حل ہو جائیں گے۔“ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۳۷ء میں جب پہلی بار کانگریس نے حکومتیں سنبھالیں تو مہاتما گاندھی نے کانگریسی وزیروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا، کہ ”ابو بکر و عمرؓ تاریخ کے زمانہ کی ہستیاں ہیں، وزراء کو ان کے طریقوں کی پیروی کرنی چاہئے۔“

بے نمازی کی نحوست

”ایک بزرگ صاحب کشف تھے، ایک بار کسی اکرام کرنے والے نے ان کی دعوت کی، دسترخوان پر کھانا رکھا گیا، جس میں روٹیاں بھی تھیں جنہیں دو عورتوں نے بنائی تھیں، جب بزرگ دسترخوان پر تشریف فرما ہوئے اور روٹی کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اچانک ہاتھ روک لیا اور روٹیوں کو دو حصوں میں الگ الگ کیا، ایک حصہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ روٹی جس نے بھی بنائی ہے وہ بے نمازی ہے“۔ اس سے اندازہ ہوا کہ بے نمازی کی نحوست کا اثر کھانے پینے پر بھی پڑتا ہے۔ (بکھرے موتی)

بلا تبصرہ

”محض دعویٰ کرلینے یا خواب دیکھ لینے سے تعبیریں نہیں نکل آتی ہیں؛ بلکہ خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لیے ایمان داری کے ساتھ بڑی سخت محنت کرنی پڑتی ہے، ابھی ہم لوگ یہ دیکھ رہے ہیں کہ عملی طور پر کچھ ہو رہا ہو یا نہ ہو رہا ہے، لیکن دعوے کی سطح پر ہم بڑے اور ترقی یافتہ ملکوں کو آسانی سے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں، ابھی کے جو حالات ہیں وہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم لوگ ایسی سیاست اور پالیسیوں کو بالکل فراموش کردیں، جن کا تعلق سماج کے ایسے جذبات سے ہیں جو ٹھوس حقائق سے تعلق نہیں رکھتے“۔ **(قومی تنظیم ۱۹/اکتوبر ۲۰۲۰ء)**

اللہ کی باتیں ، رسول اللہ کی باتیں

(از: مولانا رضوان احمد ندوی)

عہد شکنی اسلامی تعلیمات کے خلاف

اور وعدہ پورا کیا کرو، بے شک وعدوں کے بارے میں پوچھ ہوگی ۔ (سورہ اسراء:۳۴)

مطلب:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن بندہ کی ایک صفت یہ بیان کی ہے کہ جب وہ کسی سے عہد و پیمان کرتے ہیں تو اس کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں، کیونکہ ایفاء عہد سے معاشرتی زندگی میں خیر وبھلائی کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور عہد شکنی سے بے راہ روی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لئے اللہ نے حکم دیا کہ اے ایمان والو جب تم آپس میں کسی کے ساتھ عہد باندھ لو تو اس کو پورا کرو، تاکہ تعلقات استوار رہے، امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ معاہدات کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ معاہدہ جو انسان کا رب العالمین کے ساتھ ہوا ہے مثلاً ایمان، اطاعت کا عہد، یا حلال وحرام کی پابندی کا عہد، یعنی اللہ کے حدود کی پابندی کرنا اس کے اوامر کو اختیار کرنا اور نواہی سے بچنا، دوسرے وہ معاہدہ جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لے، یا حلف کرکے کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کرلے، تیسرے وہ معاہدہ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے، اسی بنیاد پر فقہاء امت نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی جائز امور کے انجام دینے کا وعدہ کرے تو دیانتاً اس کو پورا کرنا واجب ہے، بے وفائی اور عہد شکنی کرنا اسلامی اخلاق کے منافی ہے، اگر کسی شدید عذر کے بغیر پورا نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا، البتہ خلاف شریعت وعدہ کا پورا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ فریق ثانی کو اطلاع کرکے ختم کرنا ضروری ہے، مگر جو وعدہ جائز ہیں اور اس کو پورا نہیں کرتے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں سوال کریں گے کہ تم نے فلاں وعدہ کیا تھا اس کو کیوں نہیں پورا کیا؟ عام طور پر لوگ عہد کے معنی صرف قول وقرار کے سمجھتے ہیں لیکن اسلام کی نگاہ میں اس کی حقیقت بہت وسیع ہے، اخلاق، معاشرت اور معاملات کی ان تمام صورتوں پر مشتمل ہے جن کی پابندی انسان پر فرض ہے، بہت سے لوگ بیوی بال بچوں سے بڑی آسانی سے وعدہ کرلیتے ہیں اور پھر وہ اس کو پورا نہیں کرتے، بلکہ اس کو مذاق ومزاح میں ٹال دیتے ہیں یہ بھی خلاف شریعت ہے اس سے دو نقصان ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وعدہ خلافی کا گناہ ہوتا ہے کہ کئے گئے وعدوں کو پورا نہیں کیا اور دوسرے یہ کہ بچوں کا ذہن بگڑتا ہے، ایک طرف ہم بچوں کو معیاری تعلیم کے لئے اچھے اسکولوں میں داخل کردیا، مگر گھر کے ماحول سے اس کے اخلاق وکردار بگڑ رہے ہیں، گویا ہم انہیں جھوٹ اور دروغ گوئی اور دھوکہ دھری کا مزاج بنا رہے ہیں جو کلیۃً درست نہیں ہے، اسی طرح بہت سے تاجر و کاروباری گاہک سے سامانوں کے لین دین کے وقت وعدہ کرکے مُکر جاتے ہیں، جو کہ مزاج ثبوت کے خلاف ہے، اسلئے ایسے عہد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اسوہ کو نمونہ عمل بنانے کی ضرورت ہے تا کہ ہماری دنیا وآخرت سنور سکے۔

خندہ روئی سے ملتے جلتے رہئے

حضرت رافع بن مکیثؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن اخلاق خیر وبرکت میں اضافہ کرتا ہے، بدخلقی نحوست لاتی ہے، نیکیوں سے عمر میں برکت ہوتی ہے اور صدقہ نزع کی تکلیف کو دور کرتا ہے (ابوداؤد شریف)۔

وضاحت:۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اخلاق وکردار کی بلندی خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، کیونکہ ایسے میں لوگ عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں جو باہمی تعلقات میں حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں، عام لوگوں سے بھی خندہ روئی سے ملتے جلتے ہیں، اپنے رفتار وگفتار میں اعتدال وتوازن کو برقرار رکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے دل سے بھی دعائیں نکلتی ہیں، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان پر خیر وبرکت کی بارش برساتے ہیں، اس کے بالمقابل ترش رو لوگوں سے ہر کوئی دوری بنائے رکھتا ہے، اس سے ملنے جلنے، اٹھنے بیٹھنے سے کتراتے ہیں، کیونکہ وہ کب اور کسی وقت تلخی اور بے رخی کا طریقہ اختیار کرلے، اس لئے حدیث پاک میں بدخلقی کو نحوست سے تعبیر کیا گیا، جنہیں خدا بھی ناپسند فرماتا ہے، جن سے بچنے کا حکم اس نے اپنے بندوں کو دیا ہے، جنہیں رذائل بھی کہتے ہیں جن کے کرنے والے اس کے حضور میں گنہگار ٹھہرتے ہیں اور جن کی برائی کو ہر عقلمند جانتا اور مانتا ہے، جب بدخلقی کسی قوم میں عام ہوجاتی ہے تو اس کی دینی ودنیاوی ترقیوں کی راہیں مسدود اور سعادت اور اقبال کا دروازہ اس پر بند ہوجاتا ہے، اسی لئے حدیث پاک میں حسن اخلاق کو خیر وبرکت سے تعبیر کیا گیا، اسی طرح ہر شخص کی تمنا ہوتی ہے کہ اس کی عمر دراز ہو، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ خیر وبھلائی اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے، کیونکہ نیکوکاری عمر میں برکت اور زیادتی کا سبب ہے اور آخری بات یہ ہے کہ اگر اللہ نے مال ودولت کی نعمت سے نوازا ہے تو اس کو راہ خدا میں خرچ کرتے رہے اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ موت کے وقت کی سختی سے محفوظ رہے گا اور آسانی کے ساتھ رب ذوالجلال سے جا ملے گا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ انہیں مختلف قسم کی مصیبتوں سے نجات دلائے گا، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ " الصدقة تسد سبعين بابا من البلا" صدقہ بلاؤں کے ستر دروازے کو بند کرتا ہے اور آخرت میں بلندی درجات کا باعث ہوتا ہے، بخل وکنجوسی دنیا وآخرت کے لئے نقصان دہ ہے، اللہ فرماتے ہیں "يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ" جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر وہاں جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آئے گا، اس لئے اس دن کے آنے سے پہلے غریب ومحتاج اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کیجئے، اپنے اندر مالی فراوانیوں کا جذبہ ابھارئے مذکورہ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باتوں کی طرف نشاندہی فرمائی ہے۔

دینی مسائل

(از: مفتی محمد احتکام الحق قاسمی)

ووٹ کی شرعی حیثیت اور اہمیت

ووٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے، کیا مرد وعورت سب پر ضروری ہے کہ وہ ووٹ دیں؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

ہمارے ملک ہندوستان میں ووٹ کی حیثیت ایک رائے اور مشورہ کی ہے اور ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں اس رائے دہی (ووٹ) کی غیر معمولی اہمیت ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس حق کا بھرپور استعمال کریں، مسلم خواتین بھی شرعی احکام کی رعایت کے ساتھ ووٹ دیں، کیونکہ یہ ووٹ ہی کی قوت ہے کہ اکثریتی فرقہ کے قائدین اور ارباب اقتدار آپ کا سامنا کرتے ہیں، آپ سے عہد وپیمان باندھتے ہیں، اگر آپ اپنے آپ کو حق رائے دہی سے محروم کرلیں اور انہیں معلوم ہوجائے کہ مسلمان انہیں کچھ دینے کے موقف میں نہیں ہیں صرف ان سے لینا چاہتے ہیں تو وہ بھٹک کر بھی آپ کی طرف نہ دیکھیں اور جو کچھ بھی آپ کے مذہبی حقوق ہیں، ان سے بھی آپ محروم ہوجائیں۔ فقط۔ (مستفاد از کتاب الفتاویٰ ۲۷۸/۶)

الیکشن میں امیدواروں سے ووٹ کے بدلہ رقم لینا

الیکشن کے موقع پر مختلف پارٹیاں مختلف جگہوں پر جاتی ہیں اور لوگوں سے اپنے اپنے حق میں ووٹ مانگتی ہیں، بعض جگہوں پر لوگ آنے والی تمام پارٹیوں سے ووٹ دینے کی یقین دہانی کراتے ہیں، لیکن ساتھ ہی مختلف عنوان سے رقم بھی لیتے ہیں جس کو انجمن وغیرہ کے فلاحی کاموں اور مسجد ومدرسہ میں خرچ کرتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

ووٹ کی قیمت وصول کرنا اور اس کو مسجد ومدرسہ یا کسی رفاہی کاموں میں خرچ کرنا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ روپیہ لے کر اگر مستحق کو ووٹ دیا تو یہ رشوت ہے اور رشوت حرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ "عن أبي هريرة رضي الله عنه لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي في الحكم" (سنن ترمذی ۲۴۸/۱، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم)۔

اور اگر غیر مستحق کو ووٹ دیا تو جہاں یہ قوم وملت کے ساتھ خیانت وغداری ہے وہیں جھوٹی گواہی بھی ہے اور جھوٹی گواہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کا ہم پلہ اور ہم درجہ قرار دیا ہے۔

"عن خزيم بن فاتک رضي الله تعالىٰ عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الصبح فلما انصرف قام قائماً فقال عدلت شهادة الزور بالاشراک بالله ثلاث مرات ثم قرأ فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (سنن ابی داؤد ۵۰۶/۲، باب فی الشهادة الزور)

اور اگر روپیہ لے کر ووٹ نہیں دیا تو جھوٹ اور دھوکا ہے اور شرعاً یہ بھی ممنوع ہے اس لئے ووٹ کے بدلہ کسی طرح کا عوض وصول کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ فقط

ووٹ کس کو دیا جائے

الیکشن کے موقع پر مختلف پارٹیاں اور ان کے امیدوار میدان میں اپنی قسمت آزمائی کرتے ہیں، ایسی صورت میں ووٹ دینے والوں کے سامنے یہ بڑا مسئلہ ہوتا ہے کہ کس کو ووٹ دیا جائے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

اس شخص یا پارٹی کو ووٹ دیا جائے جس کی حمایت میں ملک وملت کا مفاد زیادہ ہو، مسلمانوں کا خیرخواہ اور ان کے حقوق کی حفاظت کا اہل ہو، ان اوصاف کے ساتھ ساتھ اگر وہ شریعت کا بھی پابند اور اپنی قوم وملت کا صحیح ترجمان ہو تو وہ زیادہ مستحق ہے۔ فقط (مستفاد از کفایت المفتی ۵۰۸/۳)۔

کسی امیدوار سے ووٹ دینے کا وعدہ کرنا

بعض لوگ الیکشن کے موقع پر کسی مروت میں آکر غیر مستحق امیدوار سے ووٹ دینے کا وعدہ کرلیتے ہیں جبکہ دل سے اس کو ووٹ دینا نہیں چاہتے کیونکہ اس کے مقابلہ میں دوسرا اس سے بہتر امیدوار ہوتا ہے جس کو ووٹ دینا چاہتے ہیں لیکن ان کے ساتھ مجبوری یہ ہوتی ہے کہ وہ اس سے وعدہ کرچکے ہوتے ہیں کیا ایسی صورت میں وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

یہ وعدہ کہ میں تمہارے حق میں بہرصورت ووٹ دوں گا شرعاً وعقلاً اسی شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے کہ موعودلہ (جس سے وعدہ کیا گیا ہے) سے بہتر کوئی امیدوار موجود نہ ہو اور اسی صورت میں یہ وعدہ صحیح اور واجب الایفاء بھی ہے، لیکن اگر کسی بہتر نمائندہ کے موجود ہوتے ہوئے اس سے اَدوَن (کمتر) اور غیر مستحق کو رائے (ووٹ) دینے کا وعدہ کرلیا جائے تو یہ قومی امانت میں خیانت کرنا ہے اور جو وعدہ ایسا ہو کہ خود وہ وعدہ اور اس کا ایفاء خیانت ہو وہ وعدہ ہی درست نہیں ہوا اور اس کا ایفاء بھی جائز نہیں (کفایت المفتی ۳۱۳/۹)۔ فقط

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 42 مورخہ ۸/ربیع الاول ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶/اکتوبر ۲۰۲۰ء روز سوموار

سیرت پاک کے دو اہم پہلو-علم وحلم

اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات کے لئے رسول بنا کر بھیجا، اور آپ کی رحمت کو اس قدر عام کر دیا کہ آپ رحمۃ للعالمین قرار پائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو تمام انس وجن کے لیے نمونۂ عمل بنا دیا، چونکہ نبی اور رسول کے اعمال وعقائد، معاملات وتعلقات کی نگہبانی منجانب اللہ کی جاتی ہے، اس لیے وہ پیدائشی طور پر معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ان سے اعلان نبوت ورسالت سے پہلے بھی کوئی ایسا کام نہیں ہوتا جو عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے خلاف ہو، اس بنیاد پر نبی ورسول کی زندگی اسوہ قرار پاتی ہے اور اعلان نبوت سے پہلے کی زندگی بھی مثالی ہوتی ہے، اور اس طرح پاک وصاف ہوتی ہے کہ اس کی پیروی کی جاسکتی ہے۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا فیصلہ تو اسی وقت ہو گیا تھا جب آدم علیہ السلام تخلیق کے مرحلے سے گذر رہے تھے، پھر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، جو انسانوں پر اللہ کا بڑا افضل تھا، سن شعور تک پہونچنے کے بعد آپ نے ذکر وفکر اور یاد الٰہی کے لیے غار حرا کا رخ کیا، جہاں خلوت تھی، تنہائی تھی، رب کائنات کی نوازش تھی، انعامات تھے، ان دنوں اللہ رب العزت کی جانب سے آپ کی ذہنی اور جسمانی نشو ونما، وحی الٰہی کے بوجھ کو برداشت کرنے کے لیے کی گئی، اس کے باوجود جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ پر کپکپی طاری ہوئی اور خوف نے آپ کے دل ودماغ کو ہلا کر رکھ دیا، زَمِّلُوْنِی، زَمِّلُوْنِی کی صدا سے یہی سمجھ میں آتا ہے، اور یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اس خوف وہراس کے ماحول سے نکال کر آپ کو کار نبوت کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا، اور آپ ایک داعی کی حیثیت سے سرگرم عمل ہوگیے۔

یوں تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ ہمارے لیے قیمتی ہے، لیکن جب غار حرا میں آپ پر نزول قرآن کا آغاز ہوا، اور آپ وہاں سے نکل کر باہر آئے تو امت کے لیے اقراء کا پیغام لے کر آئے، علم کا وہ تصور جو اللہ رب العزت کی معرفت عطا کرے اور زندگی کے کسی حصے میں انسان کا رشتہ رب سے نہ ٹوٹے، یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ جہالت کی تاریکیاں دور ہوں گی اور علم کے نور سے دنیا منور ہوگی، اللہ رب العزت نے آپ کو اُمی بنایا کر سارے علوم وتحقیقات کے دروازے آپ پر کھول دیئے، خاندان، پڑوس، سماج اور ملک کے تئیں جو ذمہ داریاں اور حقوق ہیں، ان تمام سے نہ صرف واقف کرایا؛ بلکہ عمل کر کے دکھایا، علم وعمل کا ایسا حسین سنگم کسی اور کی زندگی میں دیکھنے کو نہیں ملتا، اللہ رب العزت نے بکریاں چرانے، مزدوری کرنے، صلح صفائی کرانے، جہاں داری اور جہانبانی کرنے کے علوم وفنون سے آپ کو آراستہ کر دیا، کام بہت سارے تھے، اوصاف بھی بہت تھے، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تعارف معلم کی حیثیت سے کرایا، اور یہ بھی واضح کر دیا کہ میں کتابوں کے جامد حروف والفاظ پڑھانے والا معلم نہیں ہوں، بلکہ ان الفاظ کے پیچھے چھپے معانی وحقائق کو عملی زندگی میں اس طرح رائج کرنے والا ہوں کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج واشاعت ہو اور انسان آخرت میں جنت کا مستحق قرار پائے، قرآن کریم نے علم والوں کے فضائل بیان کیے اور واضح کر دیا کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے، جس طرح اندھیرا اور اجالا برابر نہیں ہے، دن، رات برابر نہیں ہیں، اعلان یہ بھی کیا گیا کہ علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں، ان کے اندر معرفت رب ہوتا ہے جو ان کو خود شناشی اور خدا شناشی پر آمادہ کرتا ہے، یہ معرفت خداوندی انسانی زندگی کو ایسے معتدل اور متوازن راہ پر ڈالتی ہے کہ ہر دو جہاں میں فوز وفلاح کے دروازے کھلتے ہیں، اس طرح دیکھیں تو غار حرا کا پہلا سبق اور امت کے لیے پہلا تحفہ تعلیم ہے، اور یہ امت تعلیم کے نام پر ہی اٹھائی گئی ہے، اس پہلے تحفہ سے مسلم سماج کی بے اعتنائی سے ہم سب واقف ہیں، آج صورت حال یہ ہے کہ جہاں مسلم آبادی زیادہ ہے، وہاں تعلیم کا گراف خطرے کے نشان سے بہت اونچا ہو گیا ہے، مسلم بچے، بچیاں زری کے کارخانوں میں لگے ہوئے ہیں، ہوٹل میں بیرے کا کام کر رہے ہیں اور کچڑے کے ڈھیر سے ردی چننے میں لگے ہیں، ان کا لڑکپن اس طرح تباہ ہو رہا ہے؛ بلکہ تباہ کیا جا رہا ہے، تعلیمی اداروں میں پڑھنے والوں کی بھیڑ کو دیکھ کر ہم سمجھتے ہیں کہ ملت پڑھ رہی ہے، یہ بہت معمولی تعداد ہے جو مدارس کی چٹائی اور اسکول کے بینچ پر آپ کو نظر آرہی ہے، جب تک ہم بھینس کی پیٹھ سے بچوں کو اتار کر تعلیم گاہوں میں نہیں لاتے، بیرے کے کام کو چھڑوا کر پڑھنے میں نہیں لگاتے، بال مزدوری سے انہیں نہیں بچاتے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ ملت پڑھ رہی ہے، ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اثرات اپنے وسائل، اپنی طاقت وتوانائی علم کے فروغ میں لگائیں اور اس راہ کی دشواریاں دور کرنے کے لیے جدوجہد کریں یہ ہمارا اسلامی اور ایمانی تقاضہ بھی ہے اور مذہبی فریضہ بھی۔

دوسری چیز جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات مبارکہ میں ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے اور جس کے ذریعہ آپ نے مشکل حالات، مصائب وپریشانیوں کا مقابلہ کیا وہ آپ کی قوت برداشت، عفو ودرگذر، صبر وطمانیت ہے، زندگی کا ہر لمحہ صفت حِلم سے متصف اور مزین ہے، ہمیں سیرت کا مطالعہ اس نہج سے کرنا چاہیے اور آج کے دور میں جب کہ برداشت کا مزاج ختم ہوتا جا رہا ہے، پہلے سے کہیں زیادہ اس حوالہ سے سوچنے، سمجھنے پڑھنے اور بتانے کی ضرورت ہے۔

یاد کیجئے، جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار کوہ صفا سے آواز لگائی تو ابولہب نے جو سلوک آپ کے ساتھ کیا، طائف کی گلیوں میں جن مراحل سے آپ کو گذرنا پڑا، کعبۃ اللہ میں نماز پڑھتے وقت جس طرح گلے میں پھندا ڈالا گیا، راستوں میں کانٹے بچھائے گیے اور جسم اطہر پر اوجھ اور غلاظت ڈالی گئی، عرب کی روایت کے خلاف عمرہ کی ادائیگی کے بغیر حدیبیہ سے آپ کی واپسی ہوئی، کفار مکہ کی شرطوں پر صلح حدیبیہ انجام پذیر ہوا، لیکن آپ نے حلم وبردباری کا دامن کہیں اور کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا، خدائی مدد کے باوجود آپ نے ان کے لیے بد دعائیں نہیں کیں، زبان مبارک سے جاری ہونے والے کلمے آج بھی رکارڈ ہیں، اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے نہیں جانتے اور امید بھرے یہ جملے بھی کہ ابھی یہ ایمان نہیں لائے، شاید ان کی نسلوں میں کوئی ایمان لے آئے، اس تحمل اور برداشت نے تپ تپا کر وہ ماحول بنا دیا کہ اسلام تیزی سے پھیلتا چلا گیا وہ لوگ جو اسلام کے ماننے والے کو باپ دادا کے دین سے منحرف سمجھتے تھے، اسلام کی عظمت کو سمجھنے لگے اور اسلام ایک بڑی طاقت بن کر ابھرا۔

خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ تحمل اور برداشت بزدلی نہیں ہے، یہ کام کی حکمت عملی ہے، اس کے ساتھ اللہ کی نصرت اور مدد آتی ہے، اللہ رب العزت نے خود ہی اعلان کر رکھا ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، واقعہ یہ ہے کہ تحمل اور برداشت کمزور لوگوں کا کام نہیں ہے، اس کے لیے مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے، آج سماج میں اس کی کمی ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے ہمارا خاندان ہمارا پڑوس اور سماج سب ہم سے پریشان ہے، بات بات پر بھڑک جانا، ہماری عادت بن گئی ہے، نئی نسلوں میں یہ بیماری زیادہ عام ہوگئی ہے، اس لیے بڑے بوڑھے بھی ان سے ایک فاصلہ بنائے رکھتے ہیں، پتہ نہیں کب وہ بھڑک جائیں، ان کی مثال پٹرول کی ٹنکی کی طرح ہوگئی جو جلد آگ پکڑ لیتی ہے اور سب کچھ جلا کر چھوڑتی ہے اسی لیے پٹرول ٹنکی پر (Keep Distence) فاصلہ بنائے رکھیے، لکھا ہوتا ہے۔ ربیع الاول کے اس مہینے میں ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ''حلم'' (برداشت) اور محنت کے خصوصی میدان ''علم'' کی ترویج واشاعت پر خصوصی توجہ دی جائے؛ تاکہ امت مسلمہ کی ترقی سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہو سکے۔

نیٹ امتحان کے نتائج

میڈیکل نیٹ (NEET) میں سات سو بیس (۷۲۰) میں صد فی صد نمبرات حاصل کر کے شعیب آفتاب نے پورے ہندوستان میں تاریخ رقم کیا ہے۔ اڈیشہ کے راورکیلا کا اٹھارہ سالہ نوجوان اپنی محنت اور جدوجہد کے طفیل نئی نسل کے لیے ایک مثالی بن گیا ہے، یہ پہلا موقع ہے جب کسی نے پورے کے پورے نمبر حاصل کیے ہوں، شعیب آفتاب ۲۰۱۸ء میں کوٹا چلے گئے تھے، ان کی ماں ان کے ساتھ رہتی تھیں، تاکہ وہ ان کی مناسب دیکھ ریکھ اور غذا کا خیال رکھ سکیں، ۲۰۲۰ء میں رزلٹ آنے تک انہوں نے گھر کا رخ نہیں کیا اور مثالی کامیابی حاصل کر کے نیٹ کی تیاری کرنے والوں کے لیے نمونہ بن گیے۔

کمال تو رحمانی تھرٹی کے طلبہ وطالبات نے بھی کر دکھایا، اس بار چھ سو سے اوپر نمبرات حاصل کرنے والے تینتس (۳۳) طلبہ رہے، جب کہ گذشتہ سال چھ سو سے اوپر جانے والے طلبہ وطالبات کی تعداد صرف بارہ تھی، عمدہ کوچنگ اور امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی دعاء اور خصوصی نگرانی کی وجہ سے رحمانی۔۳۰ کا شمار ملک کے ممتاز ترین اداروں میں ہوتا ہے۔

شعیب آفتاب کے ساتھ ایک طالبہ آکانشا سنگھ نے بھی سات سو بیس (۷۲۰) نمبرات حاصل کیے، لیکن قسمت نے شعیب آفتاب کی یاوری کی اس لیے وہ ٹاپ کر گیے، ضابطہ یہ ہے کہ جب دو طلبہ طالبات کے نمبرات برابر ہوں تو رینک کا تعین پہلے بایولوجی، پھر کمیسٹری کے حاصل شدہ نمبرات سے کیا جاتا ہے، اگر اس سے فیصلہ نہ ہو جن کے غلط جوابات کم ہوتے وہ اوپر کا رینک حاصل کر لیتا ہے، لیکن جب سو فی صد نمبر حاصل ہو تو غلطیوں کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جب کسی طرح فیصلہ نہیں ہوتا ہے تو وہ آگے بڑھ جاتا ہے جو عمر کے اعتبار سے بڑا ہو، آکانشا سنگھ نے ہر مرحلہ میں مقابلہ کیا، لیکن شعیب آفتاب عمر میں بڑے ہونے کی وجہ سے ٹاپر قرار دیے گیے، اور آکانشا سنگھ کو کہنا پڑا کے ''مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا''۔

اس موقع سے ہمیں یونین پبلک سروس کمیشن کے ٹاپر جاوید عثمانی، شاہ فیصل، عامر سبحانی، تنویر مینار اور بلال مستری بھی یاد آرہے ہیں، جنہوں نے بھی اپنے اپنے دور میں رکارڈ کامیابی حاصل کی تھی۔

یہ کامیابیاں ہمیں سکھاتی ہیں کہ حالات چاہے ہمارے مخالف ہوں، اور قلم چاہے دشمنوں کے ہاتھ ہو ہماری محنت اور جدوجہد حالات کا رخ موڑ سکتی ہے، ہمارے طلبہ وطالبات کی غیر معمولی صلاحیت مخالفین کو بھی اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتی ہے، اور یہی وہ چیز ہے جس سے ہماری امیدوں کے چراغ روشن ہیں۔

پوسٹروں سے اردو غائب

ہائی اسکول کے نصاب میں اردو کو مناسب جگہ نہیں ملنے کی وجہ سے اردو داں حلقوں میں اضطراب کی لہر تھی، سرکاری اداروں سے وابستہ افراد غلط طور پر اردو کے معاونین کو یقین دلانے میں لگے ہوئے تھے کہ حکومت کی نیت صاف ہے اور اردو کے حوالہ سے سرکار کو تنقید کا نشانہ بنا کر سیاست کی جا رہی ہے، اسی درمیان بہار اسمبلی انتخاب کا اعلان آگیا اور تمام سیاسی پارٹیوں کے لوگ اشتہار، پوسٹر، بینر لے کر میدان میں آگیے، اس میں وہ لوگ اور ان کی پارٹیاں بھی شامل ہیں جو اردو کے کاز کے لیے اخباری بیانات دیتے رہے ہیں، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہر پارٹی کے اشتہار، پوسٹر، بینر اور پمفلیٹ سے اردو غائب ہے، کسی کو اس کا خیال نہیں ہے کہ اردو اس ریاست کی دوسری سرکاری زبان ہے اور وہ اس کی مستحق ہے کہ اسے سیاسی اشتہارات کی زبان بنائی جائے، اردو دوستوں کو اس طرف بھی دھیان دینا چاہیے۔

یادوں کے چراغ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا سید منظور احمد قاسمی رح

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ، عاملہ، نیز آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن ، دفتر امارت شرعیہ کٹک کے نگراں، اڈیشہ کالج کٹک کے سابق استاذ، اڈیشہ اردو اکیڈمی کے سابق سکریٹری مولانا سید منظور احمد قاسمی کا ۴؍ستمبر ۲۰۲۰ء جمعہ دن گذار کر بعد نماز مغرب ان کے گھر واقع محلّہ کیسر پور کٹک میں انتقال ہوگیا، تدفین اگلے دن بروز سنیچر دس بجے کبیر پور کے قبرستان میں ہوئی، جنازہ کی نماز مولانا داؤد صاحب نے پڑھائی، پس ماندگان میں دولڑکا، تین لڑکیاں اوراہلیہ کو چھوڑا۔

دفتر دار القضاء کٹک کے معاون قاضی مولانا صبغۃ اللہ کی روایت ہے کہ ہفتہ روز قبل انہیں بلا کر کہا کہ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم اور ذیلی دفتر کے انچارج مفتی ثناء الہدیٰ کو میرا سلام پیش کرنا اور کہنا کہ جو ذمہ داری مجھے دی گئی تھی نگرانی کی، اس کو میں کما حقہ ادا نہیں کرسکا، انسان ہوں، مجھے معاف کردیں۔

انتقال کے دن اچھے تھے، طبیعت بحال تھی، وفات سے تھوڑی دیر قبل تمام عزیزوں، بیٹوں اور بیٹیوں کی فون پر خیریت معلوم کی، چند منٹ پہلے زمزم طلب کیا اور خود سے پیا، پھر داہنے کروٹ لیٹ گیے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، نہ نزع کی تکلیف ہوئی اور نہ گھر گھراہٹ ہوئی، انتہائی خاموشی سے چلے گئے، بعد میں جب جسم میں کوئی حرکت اور سانس کی آمد ورفت کا کوئی سراغ نہیں ملا، تب معلوم ہوا کہ اللہ کا بندہ اللہ کے پاس چلا گیا، ''طاب حیا و طاب میتا'' اچھی زندگی اور خوش گوار موت کا اطلاق ایسے ہی لوگوں پر ہوتا ہے۔

مولانا سید منظور احمد قاسمی بن محمد ایوب مرحوم کی پیدائش ۱۹۳۸ء میں پپلی ضلع پوری اڈیشہ میں ہوئی، انہوں نے دینی تعلیم کو پسند کیا اور مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۵ء میں دار العلوم دیوبند سے دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کیا، فراغت کے بعد انہوں نے عصری علوم کی طرف رخ کیا اور پولیٹکل سائنس میں ایم اے کیا، تدریس کے لیے دہلی کالج میں مقرر ہوئے، ذاتی مکان وغیرہ بھی خرید لیا، لیکن والدہ کی ضد کے آگے انہوں نے سپر ڈال دی، وہ مولانا کو نظروں سے دور نہیں رکھنا چاہتی تھیں، اس لیے انہیں دہلی دور نظر آتا تھا، چنانچہ مولانا نے کٹک کے اڈیشہ کالج سے تدریسی کام کا آغاز کیا، اڈیشہ اردو اکیڈمی کے سکریٹری کی حیثیت سے بھی اڈیشہ میں اردو کے فروغ کے لیے کام کیا، چند سال اڈیشہ کے گورنر ہاؤس کو آفس سکریٹری کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کیں۔

ملی اور سماجی کاموں سے ان کی دلچسپی مثالی تھی، اسی جذبہ کے تحت آٹھ سال تک وہ دفتر امارت شرعیہ کٹک کے نگراں اور کئی میقات تک امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ، عاملہ، ارباب حل وعقد اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن رہے، انہوں نے بیماری کے زمانہ میں اپنا استعفیٰ حضرت امیر شریعت کو بھیج دیا تھا، لیکن ان کی مثالی خدمت اور امارت شرعیہ سے ان کی والہانہ اور مخلصانہ وابستگی کی وجہ سے حضرت نے ان کا استعفیٰ قبول نہیں کیا، البتہ یوسف اقبال صاحب کو ان کا نائب نامزد کر دیا تھا، اس طرح وہ تاحیات اس عہدہ پر فائز رہے، اور قوت واستطاعت کے بقدر کاموں کو نمٹاتے رہے، ان کے دور میں دفتر نے ہر اعتبار سے ترقی کیا، مکاتب کے نظام کے ساتھ سلائی کٹائی اور کشیدہ کاری سکھانے کا کام انہیں کے دور میں شروع ہوا، دفتر کی پرشکوہ عمارت انہیں کی نگرانی میں تیار ہوئی اور اس کا افتتاح حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے ہاتھوں کرا کر وہ انتہائی خوش تھے، اور اسے وہ ''شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم'' سے تعبیر کرتے تھے۔

میری ملاقات ان سے امارت شرعیہ آنے کے بعد ہی ہوئی، پہلی مرتبہ انہیں مجلس شوریٰ کے اجلاس میں دیکھا تھا، ذیلی دفاتر کی ذمہ داری جب میرے سپرد ہوئی تو کٹک دفتر کے جائزے اور وہاں کی مقامی کمیٹی کی میٹنگوں میں شرکت کی وجہ سے ملاقاتیں زیادہ ہونے لگیں اور ان ملاقاتوں نے تعلقات میں اضافہ کیا، بے تکلفی بڑھی تو دفتری امور کے علاوہ اڈیشہ میں علمی، ادبی سرگرمیوں کا ذکر بھی آنے لگا اور یہ وہاں کی ادبی شخصیات سے واقفیت کا ذریعہ بن گیا۔

مولانا ایک صالح، متقی اور معاملات کے انتہائی صاف آدمی تھے، ہر وقت باوضو رہتے، لایعنی اور فضول گفتگو سے اجتناب کرتے، مطالعہ کا شوق تھا اور ملت کے لیے اپنی صلاحیت کا استعمال سلیقہ سے وہ کرنا جانتے تھے، اس لیے کٹک میں معروف بھی تھے، اور مقبول بھی، کہتے ہیں کہ انتقال کے بعد کئی روز تک ان کی قبر پر فاتحہ کے لیے جانے والے ایک خاص قسم کی خوشبو محسوس کرتے، یہ روایت بھی مولانا صبغۃ اللہ قاسمی کی ہے، اس قسم کے واقعات ماضی میں بھی بہت ساری شخصیتوں کے بارے میں بیان کیے جاتے رہے ہیں، اس لیے انکار کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے اور امارت شرعیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

کتابوں کی دنیا : ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

مولانا ڈاکٹر ابو الکلام قاسمی - نقوش وتاثرات

مولانا صدر عالم ندوی کی تازہ تالیف ''مولانا ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی شمسی۔نقوش وتاثرات'' کے نام سے آئی ہے، موضوع کے اعتبار سے یہ ایک دو بابی کتاب ہے؛ پہلے باب میں حیات اور دوسرے باب میں خدمات سے متعلق نقوش و تاثرات پر مشتمل مختلف حضرات کے مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے، اس طرح موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) صفحات پر ختم ہو جاتی ہے؛ لیکن کتاب میں دوسرے دو باب چند مضامین اور پریس ریلیز سے متعلق ہیں، جس میں مولانا کے تحقیقی مضامین اور پریس ریلیز میں سے چند کو اہمیت کے اعتبار سے شامل کتاب کرکے اس کی ضخامت کو دو سو انہتر (۲۶۹) صفحات تک پہونچا دی گئی ہے۔

مولانا صدر عالم ندوی کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی تحقیقات کے لئے زندہ شخصیات کا انتخاب کرتے ہیں، پہلے انہوں نے حضرت مولانا سید شمس الحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر پر ان کی زندگی میں ہی ''ضیاء شمس'' کے عنوان سے اہل علم وقلم سے مضامین ومقالات لکھوائے اور انہیں شائع کیا، بعد میں اسی موضوع پر میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر محمد صباء الہدیٰ صبا نے ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کی نگرانی میں مقالہ لکھ کر بہار یونیورسیٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، دوسری تالیف مولانا موصوف کی ''کلام جبرئیل'' کے نام سے آئی، جس میں انہوں نے مولانا ابوالخیر جبرئیل کے منتشر کلام کو یکجا کر کے شائع کیا، مولانا ابوالخیر جبرئیل صاحب الحمد للہ اب بھی بقید حیات ہیں، تیسرا کام مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی پر ان کا آیا ہے، وہ بھی اللہ کے فضل سے ہمارے درمیان ہیں، اور اب بھی ان کا قلم، علم وتحقیق کے میدان میں رواں دواں ہے، چوتھی کتاب جو ابھی زیر ترتیب ہے، وہ ویشالی ضلع کے زندہ شعراء کرام سے متعلق ہے اور یہ تالیف نہیں، تحقیق ہے، جو جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہوکر آپ سب کے سامنے ہوگی۔

اس معاملہ میں مولانا صدر عالم ندوی کی جرأت کی داد نہ دینا بے داد کے زمرے میں آئے گا، جرأت اس معنیٰ میں کہ زندوں پر کام کرنا آسان نہیں ہے، زندوں پر قصیدہ لکھنا تو آسان ہے، داد ودہش کے دروازے بھی کھلتے ہیں اور بہت سارے مفادات کا تحفظ بھی ہو جاتا ہے؛ لیکن ذرا بھی ان کی خامیوں اور بشری کمزوریوں کی طرف قلم کا رخ مڑا تو پھر آپ کی خیر نہیں، سارے متعلقین، متوسلین اور تلامذہ آپ پر پل پڑیں گے اور آپ کی حالت کھاؤں کدھر کی چوٹ اور بچاؤں کدھر کی چوٹ والی ہو جائے گی۔

برسبیل تذکرہ مجھے اس موقع پر مولانا سعید احمد اکبرآبادی مرحوم یاد آ گئے، میری طالب علمی کے زمانہ میں وہ علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی سے سبکدوش ہوکر دار العلوم دیوبند میں شیخ الہند اکیڈمی کے ڈائرکٹر ہو کر آ گئے تھے، برہان جیسے علمی رسالہ کے مدیر اور بہت ساری قیمتی کتابوں کے مصنف تھے، میں ان سے تعلق رکھتا تھا اور صبح چہل قدمی میں ان کے ساتھ ہوا کرتا تھا، ایک بار میں نے ان سے کہا کہ میں آپ پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں، کہنے لگے، مت لکھو؛ اس لئے کہ قصیدہ لکھنے کا کچھ حاصل نہیں اور میرے اوپر تنقید تم کر نہیں سکتے، تمہارا قد اتنا چھوٹا ہے کہ ذرا بھی تم نے کچھ لکھا تو سب تم پر چڑھ دوڑیں گے؛ البتہ میرے مرنے کے بعد لکھنا تو میری ہڈیاں تم سے جھگڑا کرنے نہیں آئیں گی، سو میں نے ارادہ ترک کر دیا اور اب زندوں پر کم لکھتا ہوں؛ حالاں کہ زندوں پر لکھنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ مندرجات میں غلطیوں کا امکان کم رہتا ہے، خصوصاً تاریخی اعتبار کی غلطیاں راہ نہیں پاتی ہیں، دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ خدمات کا جو اعتراف ہوتا ہے، وہ ممدوح اپنی آنکھوں دیکھ لیتا ہے اور اس سے کام کرنے کا حوصلہ بڑھتا ہے۔

مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی پر مختلف اہل قلم کی یہ نگارشات مولانا محترم کی وقیع علمی خدمات اور معتدل سماجی وانتظامی زندگی کا اعتراف ہے، یہ اعتراف اس بڑے پیمانے پر نہیں کیا جاسکا، جس کے وہ واقعتاً مستحق ہیں؛ لیکن برسوں کی محنت کے بعد، مولانا صدر عالم ندوی نے جو کچھ تیار کر دیا، اس کے لئے وہ ہم سب کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

کتاب کا پہلا باب حیات وتأثرات کے عنوان سے ہے، اس میں نو (۹) اہل قلم کے مضامین ہیں، مولانا صغیر احمد رحمانیؒ ، انوار الحسن وسطوی، صفی اختر، مولانا مفتی مستقیم ندوی، مولانا محمد اشرف علی ندوی، سید شکیل حسن، ثناء اللہ دوگھروی کے مضامین مولانا موصوف کی زندگی کے دروبست اور ان کے احوال وآثار سے ہمیں واقفیت بہم پہونچاتے ہیں، اس باب میں ایک مضمون فارسی میں ڈاکٹر محمد صادق حسین کا ہے، ایک مضمون عربی میں بھی ہوتا تو مولانا جن زبانوں پر عبور رکھتے ہیں، اس کی سیریز مکمل ہو جاتی، اس باب میں ایک منظوم کلام مشہور کہنہ مشق شاعر پروفیسر عبد المنان طرزی کا بھی ہے، پتہ نہیں کس مصلحت سے نثری حصہ کے درمیان میں اسے رکھ دیا گیا ہے، یقیناً یہ بھی ایک مقالہ ہی ہے، لیکن منظوم ہے، اس لئے اس کا مقام کہیں اور ہونا چاہیے تھا، دوسرا باب خدمات وتأثرات پر مشتمل ہے، اس میں پروفیسر وہاب اشرفیؒ ، ڈاکٹر کلیم عاجزؒ ، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری، ڈاکٹر ممتاز احمد خاں ، ڈاکٹر قمر الدین قاسمی علیگ، ثناء اللہ ثناء دوگھروی، انوار الحسن وسطوی، نور عالم ابراہیم، ڈاکٹر محمد شفیع الزماں ، ڈاکٹر محمد تنویر عالم، ڈاکٹر بدر الدجیٰ بدر جیسے صاحب علم وفن، محقق اور نقادان وقت کے مضامین ومقالات ہیں، جن کے مندرجات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ نگاروں نے مولانا موصوف کی چیزوں کو پڑھ کر لکھا ہے اور متعینہ موضوعات کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہیں۔

تیسرے باب میں سات مضامین ہیں، جن میں تین عربی زبان اور چار اردو زبان میں ہیں، ان مضامین میں تاریخ بھی ہے اور تحقیق بھی، اس کا بہتر نمونہ ہمیں ''موضع دوگھرا۔تاریخ وتحقیق کے آئینہ'' میں ملتا ہے، سفر نامۂ ایران ''ایک ہفتہ ایران میں'' انتہائی معلوماتی ہے، اس میں مشاہدات کی فراوانی اور جذبات کی آئینہ داری ہے، اس باب میں نمونہ کے طور پر کوئی فارسی مضمون بھی شامل کر دیا جاتا تو عربی کے ساتھ ان کے فارسی اسلوب نگارش سے بھی ہم واقف ہو سکتے ، مجھے معلوم ہے کہ جس طرح اردو کا قاری عربی کے تینوں مقالوں سے مستفید نہیں ہو سکے گا، فارسی کے مندرجات سے بھی یوں ہی گذر جائے گا؛ لیکن آئندہ کام کرنے والوں کے لئے ایک چیز سامنے آجاتی۔

چوتھا باب پریس ریلیز کے عنوان سے ہے، اس میں مذہبی، سماجی، تاریخی، تعلیمی اور دستوری معاملات میں مولانا نے مختلف زبانوں میں جو پریس ریلیز جاری کیا اور اخبارات میں شائع ہوئے، اس کا یہ ایک انتخاب ہے اور مشت نمونہ از خروارے کے طور پر ہے، اسی ذیل میں سوانحی خاکہ کو بھی جگہ دیدی گئی ہے، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ پریس ریلیز سے سوانحی خاکہ کا کیا جوڑ ہے، اس کا مقام تو بالکل آغاز میں تھا۔

مؤلف نے چاروں عناوین میں باب کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے؛ لیکن مولویوں کے یہاں محذوف منوی ایک چیز ہوا کرتی ہے، یہ باب کا لفظ ان عنوانات کے شروع میں محذوف منوی کے قبیل سے ہے، میں نے اسے صاف صاف لکھ دیا ہے، اس کتاب میں ایک باب دستاویزات کے حوالہ سے بھی ہونا چاہئے تھا، جس میں مولانا کی اسناد، ایوارڈ وغیرہ کی تصویریں اور عکس دیدی جاتیں، اس سے بھی آگے مولانا کی حیات وخدمات اور علمی ادبی کام کرنے والوں کو سہولت ہو جاتی۔ (بقیہ صفحہ ۱۰؍ پر)

حکام وامراء کی دینی وفکری رہنمائی

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

اگر دعوت واصلاح کا کام طبقہ امراء وحکام میں انجام دینا ہے تو اس کے لئے بھی بڑے حزم واحتیاط اور حکمت کی ضرورت ہے، زمان ومکان کے تغیرات کا حالات پر گہرا اثر پڑتا ہے اور اس کی رعایت دعوت کی بنیادی ضرورت ہے۔ دین خالص کی دعوت اس امت کا شعار ہے، گذشتہ امتوں نے وہ سرمایہ ضائع کردیا جوان کو اپنے اپنے زمانوں میں انبیاء ومرسلین سے حاصل ہوا تھا، یہ صرف اسی امت کی خصوصیت ہے کہ اس نے دین کے ایک ایک جزء کو محفوظ رکھا اور ہر زمانہ میں جب بھی دین کے کسی شعبہ پر افتاد پڑی، اس وقت کے مصلحین امت اور مجددین دین کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کا مقابلہ کیا، صحیح اسلامی معاشرہ وجود میں لانے اور دین کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لئے بھی انہوں نے تگ ودو کی، اس کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کو بیگانوں میں پیش کرکے اسلامی سلطنت کے حدود میں توسیع کا فریضہ بھی انجام دیا، دعوت واصلاح کا یہ عمل ہر زمانہ میں جاری رہا، اس کی رفتار کبھی تیز تر کے باوجود اس کے چراغ کو کوئی گل نہ کرسکا۔

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

دعوت کے اس کام کو انجام دینے میں خادمین اسلام نے ہمیشہ حکمت دعوت کی اس قرآن تعلیم کو پیش نظر رکھا ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ'' (النحل ۱۲۵) لوگوں کو حکمت ودانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ اور بہت اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ مقصود حقیقی کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کے اصولوں کو برتتے ہوئے، حالات اور تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے، ہر دور میں علماء اس فریضہ کو ادا کرتے رہے ہیں۔

دعوت واصلاح کی تاریخ کا جائزہ لینے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصول دین میں پورے تصلب کے ساتھ دعوت کے طریقہ کار میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہی ہے، نفسیات انسانی اور زمان ومکان کی ہمیشہ اس میں رعایت کی جاتی رہی ہے، اور یہ دعوت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے، اگر اس کو نظر انداز کیا گیا تو اس میدان میں بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ جس طبقہ میں یہ کام انجام دینا ہو، اس کی نفسیات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے، اس کے حالات وضروریات، ماحول اور تقاضوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے، پھر اس کی روشنی میں دعوت کا کام انجام دیا جائے، یہ اصول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، جو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے متعدد مرتبہ بیان فرمایا کہ ''داعی کے لئے بہت اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ وہ کھلے دروازے سے داخل ہو۔'' جو دروازے پہلے سے مقفل ہوں، ابتداء ہی میں ان کے قفل توڑنے کی کوشش نہ کی جائے۔

کتاب الٰہی سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے، اہل کتاب کو جب دعوت پیش کی گئی ہے تو سب سے پہلے فرمایا گیا: ''کہہ دو اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اس کی طرف آؤ، یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔'' (آل عمران: ۶۴)

دین کو برسر اقتدار لانے کے دو راستے: مختلف ادوار کے دعاۃ ومصلحین اور مجددین دین کے حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ طریقہ کار کے جزوی اختلاف اور تغیرات کے باوجود دین کو برسر اقتدار لانے کے دو ہی طریقے اختیار کئے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ دونوں طریقے اپنی اپنی جگہ بہت اہم اور ضروری ہیں، لیکن ان میں حالات کی رعایت اور ترتیب کا لحاظ غایت درجہ ضروری ہے اور عام طور پر اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو بڑی رکاوٹیں سامنے آتی ہیں۔

پہلا راستہ: دین کو اقتدار میں لانے کا سب سے پہلا راستہ جو ترتیب کے لحاظ سے مقدم ہے اور اپنی تاثیر وافادیت میں بھی اس کو اولیت حاصل ہے، یہ ہے کہ اہل دین دعوت دین کو اس طبقہ میں پہنچائیں جس کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہو یا وہ آگے اس کی باگ ڈور سنبھالنے والا ہو، اس کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں اور اس کے لئے مناسب اسلوب اور حکیمانہ طریقہ اختیار کریں۔

دوسرا راستہ: دوسرا راستہ یہ ہے کہ براہ راست دیندار حضرات کی کرسی تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اہم مناصب حاصل کرنے کے لئے تگ ودو کریں، بلاشبہ یہ دونوں طریقے اپنی اپنی جگہ پر اہم اور مفید ہیں اور بعض حالات میں دوسرا طریقہ بھی اختیار کرنا پڑتا ہے، لیکن یہ اسی وقت مناسب ہے جب دعوت اصلاح کی امید منقطع ہوجائے اور اصلاح کے لئے انقلاب ہی تنہا ایک راستہ باقی رہ جائے، اس وقت طاقت کے خلاف جہاد کرنا اور دعوت کے راستہ سے رکاوٹ کو دور کردینا علماء امت کا فریضہ ہے۔ مختلف زمانوں میں اس کی مثالیں موجود ہیں جو اسلام کی تاریخ کا سنہرا باب ہیں، تاہم عمومی حالات میں دعوت کا سب سے موثر طریقہ یہی ہے کہ دین حکام، سلاطین وامراء کے طبقہ میں پہنچایا جائے، اس کی ذہنی وفکری تربیت کا اہتمام ہو اور ہر ممکن طریقہ پر اس کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا جائے، دعوت واصلاح کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہی طریقہ زیادہ مفید اور کامیاب ثابت ہوا ہے اور اس کے بہترین نتائج سامنے آئے ہیں اور اپنے زمانے میں مجددین ومصلحین نے اس کی طرف خاص توجہ رکھی ہے۔

سلاطین وامراء کی تربیت وارشاد کے چند واقعات: سید التابعین حضرت حسن بصریؒ نے خلیفہ وقت یزید بن عبدالملک کا احتساب کیا، اور کئی موقعوں پر اس کو غلطی پر تنبیہ کی۔ امام مالکؒ نے خلیفہ ہارون رشید کو بڑا تفصیلی خط بھیجا جس میں اس کی پوری رہنمائی فرمائی۔ امام احمد بن حنبلؒ معتصم خلیفہ عباسی کے زمانہ میں دین حق کے لئے سینہ سپر ہوگئے اور ''فتنہ خلق قرآن'' کے موقع پر پوری عزیمت کے ساتھ مسلک حق پر قائم رہے اور خلیفہ کو مسلک حق کی تلقین کرتے رہے۔ پھر متوکل کے زمانہ میں اس کو مشورے دیتے رہے اور اس کے اصرار پر کئی روز لشکر میں قیام فرمایا اور اس میں دینی روح اور اسلامی جذبہ بیدار کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ امام غزالیؒ کو سلطان سنجر سے ملنے کا اتفاق ہوا تو بھرے دربار میں اس کو ٹوکا اور اس کے بڑے بھائی محمد کو جو اپنے وقت کا سب سے بڑا حاکم تھا، ایک ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا، جس میں اس کو حاکمانہ ذمہ داریوں، خوف خدا، اور اصلاح ملک کی طرف متوجہ کیا۔ مشرقی سلطنتوں میں عموماً حکومت کا نظم ونسق چونکہ وزراء کے ہاتھوں میں ہوتا تھا اس لئے امام غزالیؒ نے خاص طور پر سلاطین سلجوقیہ کے وزراء کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو مفصل خطوط اور ہدایت نامے ارسال کئے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فیض عام تھا، خلفائے وقت، وزرائے سلاطین سب کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرماتے۔ خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے ایک گورنر متعین کیا جو ابن المرحم الظالم کے لقب سے مشہور تھا، تو شیخ نے خلیفہ کو تنبیہ فرمائی اور گورنر کو معزول کیا گیا۔

اس سلسلہ میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کا نام نامی بھی شامل ہے جو اگرچہ سلسلہ نقشبندیہ کے امام اپنے وقت کے سب سے بڑے شیخ ہیں، لیکن انہوں نے بھی اس کام کو پیش نظر رکھا اور اپنے وقت کے سلاطین وامراء کی رہنمائی فرماتے رہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ''آپ بادشاہوں کی مجلسوں میں تشریف لے جاتے تھے اور اپنی قوت باطنی اور تاثیر روحانی سے ان کو اپنا مطیع بنالیتے تھے پھر ان کے ذریعہ شریعت کو رواج دیتے تھے۔''

ان ہی مجددین ومصلحین کی فہرست میں امام ابن تیمیہؒ بھی شامل ہیں، جنہوں نے تاتاریوں کے بادشاہ قازان سے بڑے حکیمانہ انداز سے گفتگو کی، وہ اگرچہ ملک شام فتح کرچکا تھا، لیکن امام کے حکیمانہ کلام سے بہت متاثر ہوا اور ان کی سفارش سے مسلمانوں کی بڑی تعداد جو اس کے یہاں قید تھی رہا کردی اور امام کو عزت واحترام کے ساتھ رخصت کیا۔ ۷۰۰ھ میں تاتاریوں کے دوبارہ حملہ کی اطلاع ملی تو امام ہی کی سفارش اور گفتگو سے سلطان مصر اپنی فوجوں کے ساتھ مدد کو آئے۔ ۷۰۲ھ میں تاتاریوں سے سخت مقابلہ ہوا اور مسلمان فاتح ہوئے اس میں بھی امام تیمیہؒ کے مشورہ اور رہنمائی کا خاص حصہ تھا۔

شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام: اس باب میں نمایاں نام شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کا ہے، سلاطین وقت ان کا احترام کرتے تھے، انہوں نے خود کبھی کسی بادشاہ کے یہاں حاضری دینا گوارہ نہیں کیا لیکن بادشاہ وقت نے اگر خود تشریف آوری کی درخواست کی تو تشریف لے گئے اور اس کو صحیح مشورے دیئے اور اس کی اور اسلام ومسلمانوں کی خیرخواہی میں کمی نہیں کی۔ یہ شیخ کا بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں سلطان الملک الاشرف کو تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ کیا اور ملک میں فسق وفجور کا جو دور چل رہا تھا بادشاہ کو متوجہ کیا کہ اس پر پابندی لگائی جائے، سلطان نے اسی وقت ان تمام چیزوں کی ممانعت کے احکام جاری کردیئے۔ اس طرح جب تاتاریوں کا رخ مصر کی طرف ہوا اور وہاں سراسیمگی پھیل گئی، سلطان کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوتی تھی تو شیخ نے اس کو ہمت دلائی اور فرمایا کہ تم اللہ کا نام لیکر نکلو میں تم سے فتح کی ضمانت لیتا ہوں۔ جب اس نے مصارف کی کمی کا عذر کیا تو فرمایا کہ پہلے محل کے جواہرات اور بیگمات کے زیورات نکالے جائیں، ان کے سکے ڈھلوا کر لشکر میں تقسیم کئے جائیں، اس سے انشاء اللہ مصارف جنگ پورے ہوجائیں گے۔ شیخ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب عطا فرمایا تھا کہ بادشاہ اور امراء سلطنت جواہرات وزیورات حاضر کردئے اور اس سے مصارف جنگ پورے ہوگئے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

شیخ کے مصر کے زمانہ قیام میں متعدد حکام وسلاطین تخت نشیں ہوئے، شیخ ان کی رہنمائی فرماتے رہے، خاص طور پر الملک الظاہر بیبرس شیخ کا بڑا قدرداں تھا، متعدد اہم فیصلے اس نے شیخ کے ہی مشورہ سے کئے اور شیخ ہی کی توجہ سے اس نے تاتاریوں اور صلیبیوں پر پے در پے حملے کئے اور فتوحات حاصل کیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ: ہندوستان کے علماء ومشائخ اور مصلحین ومجددین بھی اپنے اپنے دور میں یہ فریضہ انجام دیتے رہے، گیارہویں صدی کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کا نام نامی اس باب میں سب سے نمایاں ہے اور اکبر کے الحاد وزندقہ کے نتیجہ میں جو بگاڑ پیدا ہوگیا تھا آہستہ آہستہ انہوں نے اس کی اصلاح کی، یہ حضرت مجددؒ کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جہانگیر کی زندگی میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔

حکام وامراء کی دینی وفکری رہنمائی: اور اس کے بعد شاہ جہاں کا دور آیا۔ وہ اپنی ذات سے فرائض شرعی کا پابند تھا، علماء وصلحاء کو قریب رکھتا تھا اور ان کا احترام کرتا تھا، اس نے بعض خلاف شرع رسوم وآداب پر بھی پابندی لگائی، اس کے بعد اورنگزیب عالمگیرؒ جیسا بادشاہ تخت پر بیٹھا جس کو ''سادس الخلفاء الراشدین'' کہا جاتا ہے، وہ باقاعدہ حضرت مجددؒ کے نامور صاحبزادہ اور جانشین حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا دست گرفتہ تھا، بادشاہ کے اصرار پر حضرت خواجہؒ نے اپنے صاحبزادے خواجہ سیف الدینؒ کو دہلی قیام کا حکم دیا تھا، انہوں نے براہ راست بادشاہ کی اصلاح وتربیت کا کام کیا اور صدیوں کے بعد عالم اسلام کو ایسا صالح بادشاہ نصیب ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ: حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے زمانے میں اگرچہ سلطنت مغلیہ پر نزع کا عالم طاری تھا، لیکن شاہ صاحبؒ سے جو ممکن ہوسکا اس کی تقویت واصلاح کا سامان بہم پہنچایا، بادشاہ کی بھی مقدور بھر رہنمائی کی اور امیر الامراء نواب نجیب الدولہ کو خاص طور پر خطوط کے ذریعہ مناسب ملکی عسکری اقدامات کی طرف متوجہ کیا، پھر شاہ صاحبؒ کی توجہ ومراسلت سے احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کا آخری مرتبہ رخ کیا اور مرہٹوں کو شکست فاش دے کر حکومت مغلیہ کا شیرازہ مجتمع کرنے کی کوشش کی اور واپس اپنے ملک روانہ ہوگیا۔

خلیفہ ہارون رشید کے عہد کی خصوصیات

مولانا رضوان احمد ندوی

سلطنت عباسیہ میں ہارون رشید بڑی عظمت وشان وشوکت والے خلیفہ گذرے ہیں، ان کے عہد خلافت میں دولت عباسیہ علمی، تمدنی، سیاسی ہر لحاظ سے اوج کمال پر پہونچ گئی تھی، بعض جہات سے وہ اپنے آباء واجداد سے شان وشوکت اور عظمت وجلالت میں بدرجہ فائق تھے، وہ عظیم المرتبت شہنشاہ ہونے کے باوجود تکلف وتصنع اور تعصب سے پاک تھے، اس لئے ان کے دربار میں مختلف مکاتب فکر وخیال کے علماء، صلحاء، ادباء، حکماء کا جھرمٹ ہوتا تھا، جن کی وہ قدردانی بھی کرتے تھے اور داد ودہش وانعام اکرام سے نوازتے بھی تھے، علماء کی قدردانی اور علم پروری کے بہت سے واقعات تاریخ وسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں، ایک مرتبہ ہارون رشید نے ایک نابینا عالم ابومعاویہ ضریر کی دعوت کی اور خود اُن کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، ابومعاویہ سے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ کون آپ کے ہاتھ میں پانی ڈال رہا ہے، ابومعاویہ نابینا تھے ان کو اندازہ نہیں ہوسکا تھا، بولے نہیں، ہارون نے کہا میں نے خود یہ خدمت انجام دی ہے، اس دور کے خلفاء بھی علم کی اتنی عظمت کرتے تھے، ابومعاویہ نے اس پر کسی ممنونیت کا اظہار نہیں کیا، بلکہ یہ جواب دیا کہ ہاں آپ نے علم کی عزت کے لئے ایسا کیا (تاریخ اسلام ج ۳ ص ۱۲۴) گویا خلیفہ ہارون رشید دولت اور اقبال کو چلتی پھرتی چھاؤں تصور کرتے تھے اور فضل وکمال کو اللہ کی لازوال نعمت سمجھتے تھے، اس لئے وہ علماء کے قدرداں تھے۔

خلیفہ ہارون رشید ۷۶۲ء میں مقام ''رے'' میں پیدا ہوئے، ان کے والد محمد مہدی اور دادا ابوجعفر منصور عباسی ایک بلند پایہ شخصیت کے حامل حکمراں تھے، شجاعت وبہادری میں ضرب المثل تھے، اسی خوشگوار ماحول وفضا میں ہارون رشید کی پرورش وپرداخت ہوئی، انہوں نے ہرفن کے علماء ومجتہدین سے استفادہ کیا، اور تمام علوم وفنون میں کمال پیدا کیا، انہیں طبعی طور پر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت تھی، اس لئے علم حدیث کی معتبر ومشہور کتاب ''مؤطا'' حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں پڑھنے جاتے تھے، اور بہت ذوق وشوق سے حدیث کی سماعت کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر سرشار تھے کہ جب ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جاتا تو ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہتے، ایک مرتبہ حضرت ابومعاویہ نے ایک حدیث بیان کی، ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا، ہارون رشید جوش غضب سے لبریز ہوگئے اور کہا یہ شخص زندیق ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اعتراض کرتا ہے، اسی وقت تلوار منگائی، مگر ابومعاویہ نے سمجھا بجھا کر ان کے غصہ کو ٹھنڈا کیا (تاریخ خطیب)

وہ دوسرے مذہبی عقائد وخیالات میں بھی بہت مستحکم تھے، تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں جب تک زندہ رہے سوائے بیماری کے روزانہ سو رکعتیں نماز پڑھتے تھے، ان کی نمازیں قضاء نہیں ہوتی تھی، اگر ایک سال جہاد کرتے تو دوسرے سال حج وزیارت بیت اللہ سے شرفیاب ہوتے، حج میں بڑی الحاح وزاری سے دعائیں مانگتے، مناسک حج ادا کرتے وقت آنکھوں سے آنسو رواں رہتے۔

جب ۷۸۶ء میں تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے، تو اس وقت ان کی عمر صرف ۲۳ سال تھی، اس وقت ملک کے اندر شورشیں جاری تھیں، انہوں نے سیاسی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے ان شورشوں کو دبایا، دمشق وسندھ کے یمنی اور مصری قبائل کی خاندانی عصبیتوں کی جڑیں کاٹ دیں، باغیوں کے سر کچلے، رومیوں کو ان کی اوقات بتلادی، اس طرح انہوں نے بہت سے قلعے فتح کئے اور سلطنت کے دائرہ کو وسیع کیا جو خلیج قسطنطنیہ تک پھیل گیا، لیکن ہاں جب انہوں نے اپنے قدیم محسن اور خیرخواہ یحییٰ بن خالد برمکی کو قلمدان وزارت سونپا اور فضل بن یحییٰ اور جعفر بن یحییٰ کو ان کا نائب بنایا، تو یہ سب سلطنت پر اس طرح چھا گئے کہ رعایا بھی انہیں کو بادشاہ سمجھنے لگے، اس کی وجہ سے سلطنت پر خطرات کے بادل منڈلانے لگے، خاص کر جعفر نے آقا کے خلاف سازشیں شروع کردیں، ہارون رشید نے ایک ایک کر کے سب کو ٹھکانے لگادیا، برامکہ کا جد اعلیٰ برمک بلخ کا رہنے والا تھا، خراسان میں اس کی بڑی عزت تھی، جب ابومسلم خراسان میں عباسیہ کی دعوت شروع کی تو برمک کا لڑکا خالد بھی اس کے ساتھ ہوگیا، اس لئے دعوت عباسیہ میں اس سے بڑی مدد ملی، پھر وہ عباسی حکومت میں وزارت کے منصب پر فائز کئے گئے۔

تاریخ اسلام کے مصنف نے لکھا کہ شخصی حکومتوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ بادشاہ وقت کو جس شخص پر اعتماد ہوتا اس کو وہ ابتداء میں حکومت کے تمام سیاہ وسفید کا مالک بنادیتا اور جب وہ رفتہ رفتہ اپنے حدود سے بڑھ کر تمام امور سلطنت پر حاوی ہوجاتا ہے اور بادشاہ وقت کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس اور مسلوب الاختیار پاتا ہے اس وقت وہ اس کے گرانے کی کوشش کرتا ہے، برامکہ بھی اس عنوانی کا شکار ہوئے۔۔۔ ہارون رشید محض نام کا بادشاہ رہ گیا تھا، عملاً بادشاہت برامکہ کے ہاتھ میں تھی، اس کے عروج نے ان کو اتنا خودسر بنادیا تھا کہ ہارون کے احکام کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے اور نوبت یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ اگر ہارون کو خزانہ سے معمولی رقم کی ضرورت ہوتی تو آسانی سے ملنا مشکل ہوجاتا تھا (ص ۱۱۴)

ان حالات نے ہارون رشید کے دل میں ان کی جانب سے بدگمانی پیدا کردی، گویا برامکہ کے آفتاب اقبال پر زوال کے آثار نمایاں ہوگئے، چنانچہ ہارون رشید نے جعفر کو قتل کرادیا اور یحیٰ اور فضل کو سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا اور ان کے محلات واثاثے ضبط کر لئے، یہ بھی تاریخ کا المناک واقعہ ہے کہ اسی کے عہد میں اس پر ایسا زوال آیا کہ خاندان کا نام ونشان تک مٹ گیا، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد ہارون کی مسرتوں کا بھی خاتمہ ہوگیا، مؤرخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی اس کے چہرہ پر خوشی کی جھلک نظر نہ آئی اور وہ ہمیشہ ان کے غم میں سوگوار رہا، اس واقعہ کے چند دنوں بعد خراسان میں ایک شورش بپا ہوئی، اس شورش کو دبانے کے لئے ہارون رشید خراسان روانہ ہوئے، طبیعت پہلے سے کچھ ناساز تھی، راستہ میں طبیعت مزید بگڑ گئی، جب وہ زندگی سے مایوس ہوگئے تو اپنی قبر کھدوائی، اس میں قرآن مجید کی تلاوت کروایا اور طوس کے غربت کدہ میں ۸۰۹ء میں انتقال کر گئے، اس وقت ان کی عمر ۴۷ سال کے قریب تھی۔ خلیفہ ہارون رشید نے اپنے عہد حکومت ۷۹۱ء میں ہی اپنے صاحبزادے محمد الامین کو اپنا ولی عہد مقرر کردیا حالانکہ اس وقت محمد کی عمر صرف پانچ سال تھی لیکن وہ چونکہ اس کی ملکہ زبیدہ ہاشمی کا فرزند تھا، ماں باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی ہونے کے علاوہ وہ اس ملکہ کا بیٹا تھا جو علم وفضل، اچھے کاموں اور اپنی وفاداری اور محبت کی بنا پر خلیفہ کی محبوب تھی، اس کے چند سال کے بعد اپنے دوسرے فرزند عبداللہ کو دوسرا ولی عہد بنایا جو ایک ایرانی کنیز سے تھا، اور محمد سے چند ماہ بڑا تھا، عبداللہ کو خراسان اور تمام مشرقی علاقوں کا گورنر بنایا اور محمد کو بغداد سمیت تمام مغربی علاقوں کا ذمہ دار بنایا، انہوں نے اپنے تیسرے فرزند قاسم کو عراق اور رومی سرحدی صوبہ کا گورنر مقرر کیا، اس طرح خلیفہ نے اپنے تینوں بیٹوں میں ریاست تقسیم کردی، پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون نے اپنی وصیت لکھ کر تینوں فرزندوں سے اس پر حلف لے کر اس کو خانہ کعبہ میں آویزاں کردیا لیکن ظاہر ہے کہ ہارون کی یہ سیاسی غلطی تھی جس کا خمیازہ بعد میں اسلامی ریاست کو بھگتنا پڑا (تاریخ تہذیب اسلامی، ص ۳۸)

اس کے بعد بھائیوں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہونے لگے، محمد اور عبداللہ میں اتنی دوری ہوگئی کہ محمد الامین نے وہ معاہدہ بھی چاک کردیا جو ان کے والد نے خانہ کعبہ میں آویزاں کیا تھا، پھر سیاست نے کروٹ لی اور ایک وقت ایسا آیا کہ خلیفہ ہارون کے لڑکے المامون سلطنت کے سیاہ وسفید کے مالک بن گئے۔

ہارون رشید کے عہد خلافت کو عباسی حکومت کا دور زریں کہا جاسکتا ہے، انہوں نے اپنے زمانے میں حکومت کے استحکام، عدل وانصاف کے قیام اور رعایا کی فلاح وبہبود کے بہت سے کام انجام دئے، مؤرخین نے لکھا کہ اس کا دستور تھا کہ لباس تبدیل کر کے بغداد کے گلی کوچوں میں رات بھر حضرت عمرؓ کی مانند گشت کیا کرتے تھے اور اپنی رعایا کے حالات دریافت کیا کرتے تھے، ملکی باشندوں کی سہولت کے لئے آب پاشی کے نظام کو بہتر بنایا اور اس کے لئے مستقل محکمہ قائم کیا جس کا یہ بھی مقصد تھا کہ آمدنی میں اضافہ ہو، خراج کی وصولی اور بے احتیاطی کو روکنے کے لئے شرعی قوانین مرتب کرائے، جس کو حضرت امام ابویوسفؒ قاضی القضاۃ نے ترتیب دیا، جو آج بھی ''کتاب الخراج'' کے نام سے ہمارے سامنے موجود ہے، اس طرح انہوں نے ایسا طرز عمل اختیار کیا جس سے سب کو فائدہ پہونچا۔

ہارون رشید دل کے بڑے سخی اور ہاتھ کے بڑے کشادہ تھے، بےکسوں، غریبوں، بیواؤں اور حاجت مندوں کو گرانقدر عطیے دیا کرتے تھے، ان کا دربار ہر صنف کے لوگوں کا مرکز تھا، لوگ کھنچ کھنچ کر ان کے آستانے پر آتے تھے اور ہارون رشید اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو لوگوں پر تقسیم کرتے تھے، کبھی خفیہ اور کبھی اعلانیہ تقسیم کرتے تھے، ایک ہزار دینار روزانہ جیب خاص سے خیرات کیا کرتے تھے، اس لئے علامہ سیوطیؒ نے لکھا کہ: ہارون رشید کا پورا دور سراسر خوبی کا تھا، اس کا ہر روز اور ہر شب شب برأت معلوم ہوتی، ان کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ علماء کے بڑے قدرداں تھے، ان کے دربار میں اصحاب کمال جمع ہوتے، علم وفن کی ترقی کے لئے منصوبے بنواتے اور اس کے لئے وسائل فراہم کرتے، بیت الحکمت کے نام سے تالیف وتراجم کا ایک ادارہ قائم کیا اور اس میں ماہرفن علماء ومترجمین مقرر کئے، ان سے یونانی، فارسی اور دوسری زبانوں کی متعدد مفید کتابیں ترجمہ کرائیں، کبھی ان علماء کرام سے درخواست کر کے پند ونصائح سنتے تھے، ان کی خوش نصیبی تھی کہ انہیں قاضی ابویوسفؒ جیسے صاحب کمال فقیہ کی صحبت میسر آئی، مشہور محدث سفیان ثوریؒ اور مشہور زاہد فضیل بن عیاضؒ جیسے مرجع خلائق نصیب ہوئے، خود ان کی بیوی زبیدہ نیک خاتون تھیں، جس نے نیکی اور رفاہ عام کے بہت سے کام انجام دئے، ان کی ملکہ زبیدہ خاتون نے مکہ کے لوگوں کے لئے پہاڑی کاٹ کر ایک چشمہ کا پانی حرم تک پہونچایا، جو نہر زبیدہ کے نام سے مشہور تھی، ملکہ زبیدہ نے یہ عظیم الشان کام انجام دئے جس سے حجاج کرام اور باشندگان مکہ مکرمہ کو پانی کی قلت کے سبب درپیش مشکلات کا مسئلہ حل ہوگیا، ان ہستیوں کی ہم نشینی وصحبت سے انہیں حد درجہ عقیدت ومحبت تھی، ایک مرتبہ مرہ بن سماک واعظ ہارون رشید کے پاس گئے، ان کے سامنے ہارون نے پینے کے لئے پانی مانگا، خادم نے حاضر کیا، ابن سماک نے ہارون سے پوچھا اگر یہ پانی روک دیا جائے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے کتنی قیمت تک یہ خریدو گے، اس نے کہا نصف سلطنت کے عوض، جب ہارون پانی پی چکا تو پھر پوچھا کہ اگر یہ پانی بدن سے خارج نہ ہوسکے تو اس کے نکالنے میں کتنا خرچ کروگے، ہارون رشید نے کہا کل سلطنت، ابن سماک بولے جس سلطنت کی قیمت ایک چلو پانی ہو اس کے لئے جھگڑنا نہیں چاہئے، یہ حکیمانہ نصیحت سن کر ہارون رو دیا (تاریخ طبری)

وہ خود بھی ایک وسیع النظر انسان تھے، اس لئے اہل کمال ان کے دربار میں جمع ہوتے اور علمی مباحثوں اور مذاکروں میں شریک ہوتے ابن قطفی نے ان کے دور خلافت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ اس کا دور حکومت بہترین تھا، اس کے زمانے میں حکومت کا بڑا وقار تھا، اس میں بڑی رونق اور بڑی بھلائیاں تھیں، اس کے دربار میں جتنے علماء، فقہاء، قضاۃ، کاتب جمع ہوئے وہ کسی خلیفہ کے دربار میں نہ تھے، وہ ان میں سے ہر ایک کو انعام دیتا اور بڑے بڑے مدارج پر پہونچاتا تھا، وہ خود بھی بڑا فاضل، شاعر اور صحیح المذاق تھا، خواص وعوام سب کے دلوں میں اس کی عظمت وہیبت تھی (بحوالہ تاریخ اسلام)

ان اقتباسات سے اس کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے کہ انہوں نے حکومت کے نظم وانصرام اور عدل وانصاف کے قیام کے تمام اساسی اصول کو اپنایا اور ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ ہر سو خوشحالی اور فارغ البالی رہنے لگی، ان کے انہیں شاندار کارناموں کی وجہ سے اس عہد کو خلافت عباسی کا زریں دور کہا جاتا ہے۔

بیت المقدس ہمارے دلوں میں بستا ہے

بھارت کے مسلمان اسرائیلی دہشت گردی کی مذمّت اور فلسطینی مسلمانوں کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں

مشاہیر علماء اور دانشوروں نے بیت المقدس اور فلسطین میں یہودیوں اور خاص کر اسرائیلی حکومت کی سازشوں اور مظالم کے خلاف اور فلسطین کے بھائیوں سے ہمدردی اور محبت کے اظہار میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے اور ان کی محبت وعقیدت کا مرکز ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت فرمائی اور وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے، معراج کا مبارک سفر خانۂ کعبہ سے شروع ہوا تھا اور اس کی پہلی منزل یہی بیت المقدس تھا۔ اسی لئے اس مقام سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو بجا طور پر محبت وانسیت ہے اور ہر دور میں بیت المقدس کی حفاظت اور حمایت کی خاطر انہوں نے ہر طرح کی قربانی دی ہے۔ ۱۹۴۸ء میں فلسطین کے ایک حصے پر ناجائز طریقے سے قابض ہونے کے بعد یہودیوں نے بیت المقدس پر تسلط کی بار بار کوشش کی اور دنیا کی ظالم اور جابر طاقتوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ مگر فلسطینی مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اپنے خون کی قیمت پر بیت المقدس کی حفاظت کی اور آج بھی وہ اسرائیل کے ناجائز تسلط کے خلاف برسر پیکار ہیں اور بیت المقدس پر غاصبانہ قبضے کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دے رہے ہیں اور ان کا عزم ہے کہ وہ کبھی بھی اور کسی بھی قیمت پر بیت المقدس کی حفاظت اور حمایت سے دست بردار نہیں ہوں گے، فلسطینی مسلمانوں کا جذبہ قابل قدر اور ان کی قربانیاں بے مثال و بے نظیر ہیں، ہم ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہیں، اور ان کی جرأت وہمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

اس بیان پر دستخط کرنے والوں میں حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی جنرل سکریٹری بورڈ وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر سمیت چوالیس ممتاز شخصیتیں شامل ہیں، بیان میں یہودیوں کی سازشوں اور اسرائیل کے وحشیانہ مظالم اور انسانیت سوز حرکتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ بات نہ بھلائی جانے والی ہے کہ ۱۹۴۸ء سے لیکر اب تک اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں پر بے انتہا ظلم وستم کیا ہے، بے شمار مسلمانوں کو اس نے ہلاک کیا اور نہتے اور معصوم بچوں تک کو بربریت کا نشانہ بنایا ہے، بہت سی فلسطینی بہنوں کو اسرائیلی درندوں نے بے آبرو کیا اور ہزاروں مسلمان مردوں اور عورتوں کو اسرائیل کی تنگ وتاریک جیلوں میں قید کر کے اذیت ناک سزائیں دی گئیں، اسرائیل کے مظالم انتہائی شرمناک ہیں جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اسرائیل نے پورے خطۂ فلسطین میں دہشت گردی، خوں ریزی اور مظالم کا دردناک سلسلہ عرصہ دراز سے جاری رکھا ہے، جس پر ساری دنیا تماشائی بنی ہوئی ہے، کوئی شبہ نہیں کہ اسرائیل کی شرمناک حرکتوں میں امریکہ نے بھی حصہ لیا ہے اور اسرائیل کے قیام سے لیکر اب تک اس نے ہر مرحلے میں اسرائیل کی امداد کی ہے، اس لئے وہ بھی اسرائیلی جرائم و مظالم میں برابر کا شریک اور حصے دار ہے۔ حالیہ دنوں میں اسرائیل کا جارحانہ تیور پھر سامنے آیا ہے، ہم مسلمانان ہند کے دلوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں اسرائیلی دہشت گردی کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان ہمیشہ فلسطین کے ساتھ کھڑے رہے ہیں اور آئندہ بھی کھڑے رہیں گے ان شاء اللہ! ہمیں ہمارے اس موقف سے دنیا کی کوئی طاقت نہ ہٹا سکتی ہے اور نہ کسی خوف یا لالچ کی وجہ سے ہم فلسطین کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں، ہم حکومت ہند کو بھی متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور ظالم اسرائیلی حکومت کا ساتھ دینے کے بجائے مظلوم فلسطینیوں کی حمایت اور ان کے ساتھ ہمدردی کا اعلان کرے۔

ممتاز شخصیتوں کے اس بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ: یہ بات بھی سخت افسوس ناک ہے کہ متحدہ عرب امارات اور بحرین نے اسرائیل کے ساتھ ہاتھ ملایا ہے اور اپنے چھوٹے مفادات کی خاطر اپنے دین اور ضمیر کا سودا کیا ہے، بعض مسلم ممالک کی یہ شرمناک حرکت ہمیشہ یاد رکھی جائے گی اور ان کے لئے لعنت وملامت کا سبب بنتی رہے گی، متحدہ عرب امارات اور بحرین کے اس غلط اقدام کی بھی ہم کھلے الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور ان دونوں ملکوں سے اپنی سخت ناراضگی اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

دستخط کنندگان:

(۱) حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب (۲) حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب (۳) حضرت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب (۴) حضرت مولانا سید شاہ فخرالدین اشرف صاحب (۵) حضرت مولانا کاکا سعید عمری صاحب (۶) حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب (۷) حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب (۸) مولانا ڈاکٹر یاسین علی عثمانی صاحب (۹) پروفیسر ریاض عمر صاحب (۱۰) جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب (۱۱) مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب (۱۲) مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب (۱۳) مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب (۱۴) بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب ایم پی (۱۵) جناب ایڈوکیٹ ظفریاب جیلانی صاحب (۱۶) جناب کمال فاروقی صاحب (۱۷) جناب مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب (۱۸) مولانا ڈاکٹر مفتی مکرم احمد صاحب ۱۹) ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب (۲۰) سید سعادت اللہ حسینی صاحب (۲۱) مولانا عتیق احمد بستوی صاحب (۲۲) مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب (۲۳) جناب مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب (۲۴) ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ (۲۵) پروفیسر مونسہ بشریٰ عابدی صاحبہ (۲۶) طاہر حکیم ایڈوکیٹ صاحب (۲۷) جناب نصرت علی صاحب (۲۸) جناب ای ابوبکر صاحب (۲۹) جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ (۳۰) جناب ڈاکٹر ظہیر آئی قاضی صاحب (۳۱) مولانا عبدالعلیم قاسمی بھٹکلی صاحب (۳۲) مولانا مفتی احمد بن یعقوب دیولوی صاحب (۳۳) جناب الحاج عارف مسعود صاحب (۳۴) مولانا عبدالشکور قاسمی صاحب (۳۵) مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب (۳۶) جناب ملک محمد ہاشم صاحب (۳۷) محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ (۳۸) جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب (۳۹) مولانا محمود احمد خان دریاآبادی صاحب (۴۰) مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب (۴۱) مولانا ابوطالب رحمانی صاحب (۴۲) جناب سراج ابراہیم سیٹھ صاحب (۴۳) محترمہ نورجہاں شکیل صاحبہ (۴۴) محترمہ یاسمین فاروقی صاحبہ

(جاری کردہ: شعبۂ خدمت خانقاہ رحمانی مونگیر، بہار)

کیا عدالتی نظام آئینی پیمانے کو برقرار رکھ پائے گا

ایم آر شمشاد ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف انڈیا

۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کو منہدم کردیا گیا، یہ ایک معمولی واقعہ نہیں تھا، سپریم کورٹ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ ''یہ پانچ سوسالہ پرانی عمارت تھی اور جس کے تحفظ کی ذمہ داری ریاستی حکومت کے بااعتماد ہاتھوں میں تھی، اس عمارت کو منہدم کردیا گیا، یہ ہمارے ملک میں قانون وآئین کی حکمرانی میں اعتماد کو ہلادینے والا عمل تھا، چارج سیٹ کو پڑھنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ یہ کام مہینوں سے منظّم سیاسی لوگوں کی قیادت میں منظّم بھیڑ کے ذریعہ منصوبہ بند طریقے سے کیا گیا تھا اور وہی لوگ بعد میں حکومت اور سیاست میں اونچے عہدے پر جابیٹھے۔''

کیس / ایف آئی آر: ۶/دسمبر ۱۹۹۲ کو لاکھوں کارسیوکوں کے خلاف ایف آئی آر ۱۹۷ درج کرائی گئی تھی جس میں کسی بھی طبقے اور مذہب کی توہین کرنے کے ارادے سے عبادت گاہ کو نقصان پہنچانے اور دوسرے انفرادی تحفظ کو نقصان پہنچانے، لوٹ پاٹ، قبرستانوں پر تجاوزات کرنا اور مختلف گروپوں کے درمیان دشمنی کو بڑھاوا دینے کے الزام لگائے گئے تھے، اسی دن لگ بھگ اسی وقت ایک اور ایف آئی آر نمبر ۱۹۸ میں لال کرشن اڈوانی، گری راج کشور، اشوک سنگھل، مرلی منوہر جوشی، ونے کٹیار، اوما بھارتی، سادھوی رتنبھرا اور وشنو واڈالمیا سمیت آٹھ لوگوں کے خلاف ایف آئی پی سی کی مختلف دفعات کے تحت معاملہ درج کیا گیا تھا، ان دونوں ایف آئی آر کے علاوہ سنگین جرم اور غیر سنگین جرم کرنے کے لئے لگ بھگ ۴۷ اور ایف آئی درج کی گئی، آخر میں ایف آئی آر ۱۹۷ کو سی بی آئی کو ۱۲/۱۲/۱۹۹۷ء کو سونپ دیا گیا، ایف آئی آر ۱۹۸/سی بی/سی آئی ڈی کے پاس رہی، لیکن بعد میں ۱۹۹۳/۸/۲۶ء کو ۴۷/دیگر ایف آئی کے ساتھ یہ جانچ بھی سی بی آئی کو سونپ دی گئی، اس کے بعد تمام ۴۹/معاملوں کو سی بی آئی کو سونپا گیا تھا، سی بی آئی نے ۱۹۹۳/۴/۱۰ء کو ایک مشترکہ چارج شیٹ اور ۱۹۹۶/۱/۱۰ء کو ایک چارج شیٹ تیار کی، ۱۹۹۳/۹/۹ء کو ریاست نے تمام معاملوں کی جانچ کے لئے لکھنو میں خصوصی عدالت بنانے کا آرڈیننس جاری کیا لیکن آرڈیننس میں معاملوں کی فہرست میں صرف ایف آئی آر ۱۹۷/ کا ذکر کیا گیا یہ غلطی (ریاستی حکومت کی ایک دانستہ کارروائی ہوسکتی ہے) ثابت ہوئی۔ کئی برسوں سے ملزم کے ہاتھوں مقدمے کے مسئلے کو پیچیدہ کرنے کے لئے اس قدرتی طور پر فائدہ حاصل کیا، ٹرائل کورٹ نے رائے بریلی سے لکھنو تک کا سفر جاری رکھا، بالآخر سپریم کورٹ نے ۲۰۱۷ء میں اسے سلجھایا تاکہ لکھنو کی ایک عدالت کے سامنے مشترکہ مقدمے کا راستہ ہموار کیا جاسکے تاکہ مقدمے کا نتیجہ نکالا جاسکے اور اب ہمارے پاس آخری فیصلہ ہے۔

چارج شیٹ: بنیادی طور پر ۴۹/ملزموں پر چارج شیٹ داخل کیا گیا تھا، گذشتہ ۲۸/برسوں میں ۱۷/ملزموں کی پیشی ہوئی اور ۳۲/بچ گئے، اس عدالت کے سامنے ۳۵۱/گواہ پیش کئے گئے تھے جس میں سبھی کی گواہی نہیں ہوپائی، چارج شیٹ میں کہا گیا کہ متنازعہ ڈھانچہ کو منہدم کرنے کے لئے سازش کے مقصد کے کامیابی کی توقع یقینی بنانے کے لئے متنازعہ ڈھانچہ کے انہدام کا ریہرسل کرنے کے لئے کارسیوکوں کا ایک منظّم ریہرسل سیشن منعقد کیا گیا تھا اور اس کا کنٹرول فی الواقع رمیش پرتاپ سنگھ کی نگرانی میں تھا، ۵/دسمبر کو ونے کٹیار نے عوامی طور پر کہا تھا کہ کارسیوا کا مطلب بھجن کیرتن نہیں ہے، اس کے ساتھ حکومت یوپی نے مسجد کی حفاظت کے لئے پختہ یقین دہائی کرائی تھی، ثبوتوں کی بنیاد پر چارج شیٹ میں کہا گیا ہے کہ مجرمانہ سازش کے منصوبہ کے مطابق آخری مرحلہ ۱۹۹۲/۱۲/۶ء کے لئے مقرر کیا گیا تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ لال کرشن اڈوانی نے متنازعہ ڈھانچہ کے قریب کچھ عرصہ پہلے متنازعہ مقام کے حقیقی انہدام پر بھی زور دیا تھا کہ ۶/دسمبر کارسیوکوں اور کارسیوا کا آخری دن ہوگا۔ چارج شیٹ میں یہ بھی درج ہے کہ لال کرشن اڈوانی نے ایک دیگر ملزم یوپی کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کو مشورہ دیا کہ تب تک استعفیٰ نہ دیں جب تک کہ متنازعہ ڈھانچے کا انہدام پورا نہ ہوجائے۔ مجرمانہ سازش میں مدد کے لئے متنازعہ مقام پر ناکافی فورس تعینات کی گئی تھی اور ناکافی فورس کی تعیناتی سیاسی دباو میں اور جان بوجھ کر کی گئی تھی جو جرم کو پورا کرنے کے لئے تعاون فراہم کرتا تھا، وہیں کلیان سنگھ نے یہ کہتے ہوئے کہ اس سے پورے یوپی اور ملک میں تشدد ہوگا، بزور طاقت انہدام کو روکنے کے لئے طاقت کا استعمال کرنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا، پانچ گھنٹے تک توڑ پھوڑ چلی، میڈیا والوں پر حملہ کیا گیا اور انہیں زخمی کردیا گیا اور ان کے کیمرے نوٹ بک وغیرہ چھین لئے گئے، سادھوی رتنبھرا اور اوما بھارتی نے ملزم کارسیوکوں کو انہدام کے لئے اکسایا اور مائیک سے اپیل کی: ''ایک دھکہ اور دو بابری مسجد توڑدو'' کا نعرہ دیا گیا، اوما بھارتی نے چلا کر کہا: ''مسجد گراؤ مندر بناؤ''، آچاریہ دھرمیندر دیو نے کہا کہ ''ایک ایک اینٹ پرساد کے طور پر لے جاؤ'' یہ کہہ کر انہوں نے کارسیوکوں کو اکسایا اور ترغیب دی، انہدام کے فوراً بعد جے بھگوان گوئل نے تسلیم کیا کہ وہ اور موریشور سادے انہدام کی کمان سنبھالے ہوئے تھے، کئی صفحات کی چارج شیٹ میں جانچ اور شواہد کی بنیاد پر ایسے بیان درج کیے گئے ہیں۔ عدالت کے سامنے ہزاروں صفحات کے زبانی شواہد درج کئے گئے ہیں جو بتاتے ہیں کہ اس پورے انہدام کا منصوبہ کیسے بنایا گیا تھا۔ (بقیہ صفحہ ۸/پر)

اخبارِ جہاں

جاپان اور برطانیہ نے آزاد تجارتی معاہدے پر دستخط کیے

جاپان اور برطانیہ نے ایک آزاد تجارتی معاہدے پر دستخط کیے ہیں جس میں برطانیہ کے یورپی یونین سے الگ ہونے کے بعد دونوں ممالک کے مابین دوطرفہ تجارتی تعلقات کا خاکہ تیار کیا گیا ہے۔جاپان کی کیوڈو نیوز ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق وزیر خارجہ توشیمتسو موٹیگی اور برطانیہ کے بین الاقوامی بازار کے سکریٹری لج ٹرس نے اس معاہدے پر دستخط کیے۔(یواین آئی)

افغانستان: فضائی حملے میں ۱۲/طالبان شدت پسند ہلاک

افغانستان کے مشرقی صوبہ ننگرہار میں فوج کی جانب سے کیے گئے جوابی حملے میں چھ پاکستانی شہری سمیت طالبان کے ۱۲/شدت پسند ہلاک ہوئے جبکہ سات دیگر زخمی ہوگئے۔بیان کے مطابق فوج نے ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے ڈانڈ وعلاقہ میں جمعرات دیر شب طالبان کے ٹھکانے کو نشانہ بنا کر فضائی حملے کیے۔(یواین آئی)

شامی باغیوں سے صلح کرانے والے دمشق کے مفتی دھماکے میں ہلاک

شام کے سنی مفتی عدنان العفیونی جو شیعہ حکمران بشار الاسد کے قریبی تھے، دارالحکومت کے باہر بم دھماکے میں ہلاک ہوگئے۔چار سال قبل حکومت اور باغیوں کے مابین ہونے والے معاہدے میں مفتی عدنان نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔شامی خبر رساں ایجنسی نے بتایا کہ شام کے ایک ممتاز عالم دین کو جو دمشق خطے کے انچارج تھے، آج اس وقت ہلاک کردیا گیا جب ان کی کار میں نصب بم دارالحکومت کے باہر پھٹا۔(یواین آئی)

ویتنام میں سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ سے ۱۱۴/افراد کی موت، ۲۱/لاپتہ

ویتنام میں رواں ماہ سیلاب، لینڈ سلائیڈنگ اور دیگر قدرتی آفات کے سبب ۱۱۴/افراد کی موت ہوگئی اور ۲۱/دیگر لاپتہ ہیں۔نیچرل ڈیزاسٹر پریونشن اینڈ کنٹرول کی کمیٹی نے بتایا کہ قوانگ تری، تھواتھین ہوائے اور قوانگ نام صوبوں میں بدھ تک ۱۱۱/افراد کی موت کی اطلاع تھی۔کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق جمعرات کی شام ۷/بجے تک ہاتنہ، قوانگ بنہ اور قوانگ تری صوبے کے نزدیک ۵۹۳۰۰/گھروں سے ۲۰۶۸۰۰/لوگوں کو نکالا گیا ہے۔(یواین آئی)

یورپی یونین کورونا سے متاثر ممالک کو معاشی امداد دے گا

یورپی یونین نے عالمی وبا کووڈ-19 سے معاشی طور سے متاثر ممالک کی امداد کرنے کے لئے ۱۱۸/ارب ڈالر کی مالی امداد دینے کا اعلان کیا ہے۔کورونا وائرس کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کے معاشی اثرات کو کم کرنے اور لوگوں کی نوکریوں کو بچانے کے لئے یورپی یونین کی جانب سے یورپی کمیشن نے اراکین ممالک کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔(یواین آئی)

نیوزی لینڈ الیکشن: جیسنڈا آرڈرن کی لیبر پارٹی کو ملی تاریخ ساز جیت

نیوزی لینڈ میں جیسنڈا آرڈرن کی لیبر پارٹی نے الیکشن میں خاطر خواہ اکثریت سے کامیابی حاصل کی ہے۔نیوزی لینڈ میں کسی بھی جماعت کو اکثریت حاصل کرنے کے لئے ۶۱/نشستوں کی ضرورت ہوتی ہے۔نیوزی لینڈ میں ۱۹۹۶ء کے بعد یہ پہلی مرتبہ ہے کہ کسی جماعت نے اتنی بڑی اکثریت حاصل کی ہو اور ۵۰/سال میں لیبر پارٹی کی یہ سب سے بڑی فتح ہے۔۱۲۰/رکنی پارلیمنٹ کے لیے دو مراحل میں ہونے والے انتخابات کے دستیاب نتائج کے مطابق ۴۹/فیصد ووٹ یعنی سب سے زیادہ ووٹوں کیساتھ لیبر پارٹی پارلیمنٹ کی ۶۴/سیٹیں جیت چکی ہے۔اس طرح لیبر پارٹی آئندہ تین برسوں کے لیے تنہا حکومت بنانے کی پوزیشن میں آگئی ہے۔نیشنل پارٹی نے ۳۵/نشستیں جیتی ہیں جب کہ اے ٹی سی نیوزی لینڈ اور گرین پارٹی نے مشترکہ طور پر ۱۰/نشستوں پر کامیاب ہے۔(قومی آواز)

بزنس روزگار و کیرئر

سید محمد عادل فریدی

رحمانی تھرٹی کے ۳۳/طلبہ نیٹ کے امتحان میں کامیاب

رحمانی تھرٹی کے ۳۳/طلبہ اس سال میڈیکل کالج میں داخلہ لیں گے۔پانچ سال بعد وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر بن جائیں گے۔نیٹ کا امتحان اچھے نمبرات سے نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔خاص طور سے ایسے لوگوں کے لئے تو بالکل بھی آسان نہیں ہے، جو تعلیمی، سماجی اور مالی اعتبار سے پیچھے ہوں۔ڈاکٹر بننا مسلم سماج کے بچوں اور بچیوں کے لئے ایک خواب کی طرح ہے اور اس خواب کو رحمانی تھرٹی حقیقت بنانے میں مصروف ہے۔سال رواں رحمانی تھرٹی کے تین مرکز پٹنہ، بنگلور اور اورنگ آباد سے ۳۳/طلبہ نے نیٹ کے امتحان میں میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ۳۳/طلبہ میں سولہ طالبات شامل ہیں۔اس کامیابی پر مسلم سماج میں کافی خوشی کا ماحول ہے۔رحمانی تھرٹی کے بانی اور امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے طلبہ کو نیک خواہشات پیش کیا ہے اور ان کی کامیابی کو قوم وملت کی کامیابی قرار دیا ہے۔ماہرین تعلیم کے مطابق ہر بچہ میں صلاحیت موجود ہے اور ضرورت صرف صحیح سمت میں محنت اور موقع فراہم کرانے کی ہے۔رحمانی تھرٹی نے موقع فراہم کرایا ہے اور طلبہ نے اپنی محنت اور لگن سے کامیابی حاصل کر کے ملت کا سر فخر سے اونچا کیا ہے۔سماجی کارکنوں نے کہا کہ ایم بی بی ایس کی تعلیم مکمل کر کے یہ طلبہ ریاست اور بیرون ریاست میں سماج کی خدمت کریں گے۔ان طلبہ کی کامیابی کے لیے رحمانی تھرٹی کی پوری ٹیم مبارک بادی کی مستحق ہے (رپورٹ محفوظ عالم بحوالہ نیوز۔۱۸)

شعیب آفتاب نے صدفیصد نمبرات کے ساتھ NEET میں تاریخ رقم کی

پورے ملک میں میڈیکل کالجوں میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ پروگرام میں داخلہ کے لیے منعقد آل انڈیا اہلیت امتحان (2020-NEET) میں اڈیشہ کے سندرگڑھ ضلع کے آزاد نگر راورکیلا کے رہنے والے شعیب آفتاب نے 720 میں سے 720 نمبر لاکر ٹاپ کیا ہے۔نیٹ کا امتحان نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی (این ٹی اے) ذریعہ لیا جاتا ہے۔اس امتحان میں شعیب آفتاب نے 720 میں سے 720 نمبر حاصل کر کے نمبر ایک پوزیشن حاصل کی ہے۔شعیب آفتاب نے اس کے علاوہ اڈیشہ میں پہلی بار نیٹ ٹاپر بن کر تاریخ رقم کردی ہے۔صدفیصد نمبر حاصل کرنے والے شعیب کے اہل خانہ اپنے بیٹے کی محنت اور جذبے سے خوش ہیں۔شعیب آفتاب کی اس تاریخی کامیابی پر اسے پورے ملک سے مبارک بادی جارہی ہے۔امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے بھی شعیب آفتاب کو اس تاریخی کامیابی پر مبارک بادی ہے اور اس کے روشن مستقبل کے لیے دعا دی ہے۔انہوں نے اپنے مبارک بادی پیغام میں کہا کہ شعیب آفتاب کی کامیابی سے ملت کے بہت سے نوجوانوں کو حوصلہ ملے گا اور مشکل امتحانوں میں شریک ہونے کی ترغیب ملے گی، انہوں نے رحمانی تھرٹی کے کامیاب طلبہ کو بھی مبارک بادی اور کہا کہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کے اس تاریخ ساز کام کی آج پوری دنیا میں ستائش ہورہی ہے ملت کے نوجوانوں کے مستقبل کو بہتر بنانے اور ان کی تعلیمی ترقی کے لیے آپ کے اس تاریخ ساز کارنامہ کو ہمیشہ سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔

خیال رہے کہ اس امتحان کے لیے کل 15.97 لاکھ امیدواروں نے رجسٹریشن کروایا تھا۔ان میں سے 85 فیصد سے 90 فیصد امیدوار امتحان میں شریک ہوئے تھے۔اس سال تقریباً 14.37 لاکھ سے زائد امیدوار کورونا وبا کے باوجود 13 ستمبر کو داخلہ امتحان میں شامل ہوئے تھے۔کنٹن منٹ زون میں ہونے کے سبب جو طلبہ امتحان نہیں دے پائے تھے ان کے لیے 14 اکتوبر کو دوبارہ امتحان منعقد کیا گیا تھا۔اس امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کو ملک کے سرکاری اور پرائیویٹ میڈیکل کالجوں میں ایم بی بی ایس اور بی ڈی ایس کورسز میں ایڈمیشن ملے گا۔شعیب آفتاب کے علاوہ دہلی کی رہنے والی آکانکشا سنگھ نے بھی صدفیصد نمبرات یعنی 720 میں سے 720 نمبر حاصل کیے تھے، مگر نیٹ کے ضابطوں کی بنیاد پر شعیب آفتاب کو اول اور آکانکشا سنگھ کو دوسری پوزیشن حاصل ہوئی۔

بقیہ کیا عدالتی نظام آئینی پیمانے کو برقرار رکھ پائے گا............ لگاتار گواہوں کے بعد گواہوں نے عدالت میں ”ایک دھکہ اور دو بابری مسجد توڑ دو“ کی گواہی دی ہے۔

اگر ہم عدالت کے فیصلے پر نظر ڈالتے ہیں تو فیصلہ کے مطابق ہمارے ملک میں پریمئر جانچ ایجنسی کی چارج شیٹ کے پاس کوئی قابل اعتماد ثبوت نہیں ہے، جس کا مطلب ہے کہ الزام بے بنیاد تھا، اگر ایسا ہے تو ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ ہماری جانچ اور استغاثہ میں شامل مسلوں کی بنیاد باہری ایجنسیوں کی سخت ریگولیٹری کنٹرول والے مسلوں پر مبنی ہے۔نتیجتاً ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قاعدہ قانون اقتدار اور کنٹرول میں بیٹھے لوگوں کے رحم وکرم پر ہے۔بہت پہلے کی بات نہیں ہے، اس انصاف کے عمل نے دیکھا ہے کہ اس طرح کی ایک عدالت نے ایک سابق وزیراعظم اور ان کے معاون کو بدعنوانی کے الزام میں قصوروار قرار دیا تھا اور بعد میں ہائی کورٹ نے ”کوئی قابل اعتماد ثبوت نہیں ہے“ بتاتے ہوئے انہیں الزامات سے کلین چٹ دے دی تھی۔

آج ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیا عدالتی نظام آئینی پیمانوں کو برقرار رکھ رہا ہے؟ سزا دینے کے ضابطے اور سپریم کورٹ آف انڈیا کے فیصلے (للت کماری معاملے میں) کا کہنا ہے کہ ایک بار کوئی سنگین جرم ہونے کی اطلاع کے ساتھ پولیس سے رابطہ کرے تو پولس کو یقینی طور پر معاملہ درج کرنا ضروری ہوتا ہے۔ملک بھر میں ہم نے پولس افسروں کو ایف آئی آر میں سنگین جرائم سے متعلق کئی شکایتوں کو درج نہ کر کے روزانہ کی بنیاد پر سپریم کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے دیکھا ہے۔جب متاثر شخص عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو عدالتیں ایف آئی آر درج نہ کرنے کے معاملہ میں صفائی دینے کے لئے متعلقہ پولس کو فراخ دلی سے وقت دیتی ہیں۔دہلی فسادات سے متعلق مذکورہ قانونی صورتحال کے باوجود عدالتی عمل کے حلقوں میں کئی سنگین شکایتیں ہیں۔اس طرح کے عام مسئلوں پر عدالتیں قانونی عمل کو موثر بنا کر یا پولیس کی جوابدہی قرار دیتے ہوئے کام کرنے میں ہچکچاتی ہیں۔ملک کے عام شہریوں کے لئے عدالت کے ۲۳۰۰/صفحات کے فیصلے سمجھنا اور ملزم کے حق میں کیا کیا وزن یا خامی ہے اس کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے۔صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ کئی دستاویزی حقائق ہیں۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ لبراہن کمیشن کی رپورٹ بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ اس انہدام کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور اچھی طرح سے سازش رچی گئی تھی۔اسماعیل فاروقی معاملے میں سپریم کورٹ نے کہا کہ ڈھانچے کو منہدم کرنے کے نتیجے میں موجودہ فرقہ وارانہ تباہی کو متاثر کرنے والے ملک میں فرقہ وارانہ تباہی کو آئندہ تذکرے کی ضرورت کے طور پر جانا جاتا ہے۔ہندوستانی لوگوں کے ایک طبقے میں پیدائشی سماجی اخلاقی، فرقہ وارانہ کشیدگی کو بڑھانے اور فرقہ وارانہ سمجھوتے اور ہم آہنگی کو حاصل کرنے کے لئے اٹھائے گئے کسی بھی قدم کو بغیر کسی بحث کے غیر سیکولر، بہت کم مذہب مخالف یا سیکولرزم کے تصور کے خلاف کہا جاسکتا ہے۔میں پوچھتا ہوں کہ سماجی تہذیب کہاں چلی گئی جب اسے حقائق اور اس مسئلے پر نافذ کرنے کی ضرورت تھی تب اس سسٹم میں وہ سارے آئینی تصور کہاں چلے جاتے ہیں۔اگر سی بی آئی ذمہ دار ہے تو اس کی ذمہ داری طے کرنے سے انہیں کون روک رہا ہے۔ہم نے دیکھا ہے ہائی کورٹ قانون کے ضابطوں اور آئینی پیمانوں کو آگے بڑھانے میں بہت وسیع النظر ہے، حالانکہ جب انہیں خصوصی حقائق پر نافذ کرنے کی بات آتی ہے تو حقائق کے فرق کی بنیاد پر مسئلے بے معنی بن جاتے ہیں۔اس طرح کے کئی معاملوں میں ایک ہی جانچ ایجنسی کے ذریعہ اکٹھا کئے گئے ثبوت پورے عمل کو حقیقت میں بامعنی بتاتے ہیں۔حالانکہ جب بات حساس مسئلوں کی آتی ہے جانچ ایجنسیوں کی خامیوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے اور معاملے کے اہم حقائق کی بنیاد پر معاملے کو اعلیٰ انصاف کے اصولوں تک محدود رکھا جاتا ہے۔انہدام کے واقعہ کے لئے قومی ندامت کو سدھارنے کا ایک موقع تھا۔حالانکہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عدالتی عمل میں کیا ہوا ہے۔یہ تمام بری ہونے والے ملزم فیصلے کا جشن منارہے ہیں، یہ فیصلہ کسی بھی دلیل اور وجہ کے دائرے سے باہر کرنے کے مقابلے میں عدالتی عمل پر شبہ پیدا کرنے کی بڑی وجہ ہے۔**(مضمون نگار سپریم کورٹ کے ایڈوکیٹ آن ریکارڈ اور بابری مسجد متنازعہ سے متعلق سول اور کرمنل معاملوں میں سپریم کورٹ میں پیش ہونے والے وکیل ہیں۔)**

طب وسائنس

ورزش صحت کے لئے ضروری

ورزش ہرلحاظ سے انسانی جسم کے لئے فائدہ مند ہے۔ اگر آپ کو باقاعدگی سے ورزش کرنے کی عادت ہے تو یہ آپ کی صحت کے لئے بہت اچھا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ جسمانی طور پر فٹ رہیں گے اور دوسرا آپ کی اندرونی فٹنس بھی برقرار رہے گی۔ ورزش کی وجہ سے آپ بہت کم بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ لیکن ورزش کرنے کے لئے آپ کو موسم کا خیال ضرور رکھنا چاہئے اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ اگر آپ سردیوں کے موسم میں ورزش کررہے ہیں تو آپ ورزش کو زیادہ ٹائم دے سکتے ہیں اور زیادہ محنت پر مبنی ورزشوں کا انتخاب بھی کرسکتے ہیں لیکن اگر آپ گرمیوں کے موسم میں بھی ورزشیں کریں گے جو سردیوں میں کرتے ہیں تو یہ آپ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہیں اور اس کے باعث آپ کو تھکاوٹ، بہت زیادہ پسینے کا آنا، بہت زیادہ پیاس لگنا، پٹھوں کا کھچاؤ اور بے ہوشی جیسی علامات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ گرمیوں میں ہلکی پھلکی ورزش کریں اور اس کو ہمیشہ ٹھنڈے ٹائم پر یعنی صبح کے اوقات میں کریں۔ کس آدمی کو کس طرح کی ورزش کرنی چاہیئے یہ اس کی عمر، جنس اور کام کے مطابق ان سب پر منحصر رہتا ہے۔ 14 سال تک کے بچّوں کے لئے ورزش کرنے سے بہتر کھیلنا کودنا ہوتا ہے۔ لیکن ان سے آسن اور پرانایام شروع کروائے جاسکتے ہیں۔ اس کے بعد ورزش کو ان کی روزمرہ کا حصہ بنایا جانا چاہیئے۔ خواتین لگ بھگ وہ تمام ورزشیں کرسکتی ہیں جو کہ مرد کرسکتے ہیں۔

بڑھاپے میں ورزش کا خاص مقصد لچیلا پن بنائے رکھنا اور دل اور پھیپھڑوں کی صلاحیت اور صحت بنائے رکھنا ہوتا ہے۔ جو لوگ سخت جسمانی محنت کرتے ہی۔ جیسے مزدور، کسان، گھر یا کھیتوں میں کام کرنے والی عورتیں، وہ پورے دن کے تھکا دینے والے کام کے بعد ورزش کرنے کے لئے خواہش-مند نہیں ہوتے۔ مگر ان کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ خاص ورزش کریں۔ جو کام وہ کرتے ہیں اس سے عضلات مضبوط ہوتی ہیں اور ان کی قوتِ-برداشت بڑھتی ہے مگر اس سے دل اور پھیپھڑوں کی قوت، لچیلا پن اور عضلاتی تال-میل نہیں بڑھتے۔ ان کے لئے مناسب ورزش کی ضرورت ہوتی ہے۔

بچپن میں یا جوانی میں ہر کوئی کچھ نا کچھ کھیل لیتا ہے لیکن شادی بیاہ کے بعد یہ سلسلہ اکثر رک جاتا ہے۔ کھیل کود یا ورزش سے حاصل عضلاتی قوت کچھ حد تک زندگی میں قائم رہتی ہے لیکن اس سے دیگر سارے منافع رک جاتے ہیں۔ موٹاپا بڑھ سکتا ہے، شریانوں میں چربی چپک جاتی ہے، جوڑ اور پٹھے سخت ہوتے جاتے ہیں، لچیلا پن کم ہوجاتا ہے اور مقابلے کی قوت بھی کم ہوتی ہے۔ اسلیے ورزش تاحیات ضروری ہے۔ لیکن یہ بھی ہے کی عمر اور اہلیت کے مطابق ورزش کھیل کود کے الگ الگ قسمیں اپنالیں۔ پھر بھی ورزش کے بنیادی عنصر بھولنا مناسب نہیں ہے۔ آج کی زندگی گزارنے کا طریقہ ہی اہم ترین ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں بھی کم ہی سہی، لیکن معینہ جسمانی ورزش کرتے رہنا ضروری ہے۔

چلنا :

چلنا ایک اوسط درجے (ہلکی پھلکی) اور آسان ورزش ہے۔ یہ تمام عمر کے لوگوں کے لئے اور دل کی بیماریوں سے متاثر لوگوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اس سے حفاظت بھی ہوتی ہے اور بیماریاں بھی دور ہوتی ہیں۔ جسمانی فوائد کے علاوہ اس سے چستی اور آرام ملتا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر چلنے سے وزن اتنا کم نہیں ہوتا۔ ایک کلومیٹر چلنے میں قریب 50 کیلوری توانائی صرف ہوتی ہے (اتنی توانائی ایک کپ چائے سے مل جاتی ہے)۔ پیدل سفر زیارت سے، (جواب لوگ زیادہ نہیں کرتے) جسم میں درستگی آتی ہے۔ کئی مہینوں تک روز چلنے اور ساتھ میں منضبط کھانے سے فاضل چربی نکل جاتی ہے اور چستی لوٹ آتی ہے۔ پہاڑوں پر چڑھنے کے بھی یہی فائدے ہیں۔

ورزش اور کھانا :

ورزش کرنے کے لئے توانائی ضروری ہے ویسے ہی عضلات کو پروٹین بھی۔ پروٹین اگر کم ملے تو پٹھوں کی صحت ٹھیک نہیں رہے گا۔ عضلات میں کافی مقدار میں ریشے رہیں اسلئے پروٹین کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ ہم جب کھانا کھاتے ہیں اس کی منتقلی توانائی اور عضلات میں ہوتی ہے۔ فاضل کھانا چربی کی شکل میں جمع ہوتا ہے اس لئے وزن کا کنٹرول ہمیں کھانے کے بارے میں صحیح ہدایت دے سکتا ہے۔

چربی کم کرنے کے لئے ورزش :

چربی میں خمیر کے مقابلے میں دوگنی توانائی ہوتی ہے۔ ورزش کرتے وقت چربی جلا کر توانائی پانے کی حالت آدھے گھنٹے کے بعد ہی آتی۔ اس لئے عام طور پر عمومی ورزش میں چربی کا استعمال نہیں ہوتا۔ کوئی آدمی اگر موٹاپا کم کرنے کے لئے ورزش کررہا ہو تب ورزش کا وقت خوب بڑھانا چاہیئے جیسے کہ دو گھنٹے یا اور بھی زیادہ۔ موٹاپا کم کرنے کے لئے ورزش کے ساتھ کھانے پر کنٹرول ضروری ہے۔

زیادہ سے زیادہ پانی پئیں :

ورزش کرنے والے افراد کو دن میں تقریباً تین لیٹر پانی ضرور پینا چاہئے۔ چاہے آپ کو پیاس محسوس ہورہی ہو یا نہیں۔ کیونکہ پانی زندگی کا اہم عنصر ہے۔ جو گرمی کے موسم میں جسم کو ٹھنڈا رکھتا ہے۔ اگر آپ پانی کی مناسب مقدار نہیں پی رہے تو اس کے نتیجے میں آپ کو ڈی ہائیڈریشن، پٹھوں کا کھچاؤ اور کمزوری جیسی علامات ہوسکتی ہیں۔ اس لئے پانی کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں لیکن یاد رکھیں کہ ورزش کے فوراً بعد پانی نہ پئیں۔ پانی تب پئیں جب آپ کے جسم کا درجہ حرارت اعتدال پہ آجائے۔

مشورہ :

آپ کو اگر امراضِ قلب ہے تب اپنے ڈاکٹر سے صلاح کریں تبھی ورزش متعین کریں۔ ابتدا میں محنت کی عادت نہ ہونے سے 10-15 دن آہستہ آہستہ ورزش بڑھائیں۔ اس سے جسم نئی عادت قبول کرتا ہے۔ کسی بھی کھیل کے پہلے ہلکی ورزش کرنی چاہیئے۔ اس سے جسم تیار ہوتا ہے۔ تھکانے والے کھیل یا محنت کے بعد جسم کو تھوڑا آرام دینا چاہیے۔ کھانے کے بعد کم سے کم دو گھنٹے ورزش یا کھیل ٹالنا ٹھیک ہوتا ہے۔ حالتِ حمل میں خاص الگ اور ہلکی ورزش کے طریقے کرنا چاہئے۔ عمر اور موسم کے مطابق ورزش میں تبدیلی ضرور کریں۔ موسمِ سرما میں زیادہ محنت ضرور کریں۔ ورزش ممکنہ طور پر صبح یا شام کو کریں۔ اگر یہ بس میں نہیں تو اپنے وقت کے مطابق کریں۔ لیکن ورزش کرنا نہ چھوڑیں۔ ہفتے میں کم سے کم چار دن ایروبی/ ہواباش یعنی ایروبک ورزش کرنی چاہیئے۔ بچے تین دن لچیلا پن یا طاقت کے لئے استعمال کریں۔ آپ کی ذاتی قوتِ محنت اور رفتار سمجھ کر کھیل اور ورزش منتخب کریں۔ بلاوجہ دوسروں کے ساتھ ہوڑ نہ لگائیں۔

ہفتۂ رفتہ | **راشد العزیری ندوی**

عدالتیں سیر گاہ نہیں کہ جب دل میں آیا چلے آئے: عدالت عظمیٰ

سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ ریاستی حکومتیں جان بوجھ کر اپیلیں دائر کرنے میں تاخیر کرتی ہیں، کیونکہ انہیں عدالتیں بطور سیر گاہ نظر آتی ہیں، جسٹس سنجے کشن کول اور جسٹس دنیش مہیشوری کی بنچ نے حال ہی میں مدھیہ پردیش حکومت کی خصوصی عرضی خارج کرتے ہوئے ان پر ۲۵۰۰۰/روپے جرمانہ عائد کیا۔ دریں اثنا عدالت نے ریمارکس دیئے کہ ریاستی حکومتیں جان بوجھ کر اپیلیں دائر کرنے میں تاخیر کرتی ہیں، تاکہ ان کے پاس یہ کہنے کا بہانہ ہو کہ درخواست خارج کردی گئی۔ بنچ نے کہا کہ مقررہ مدت (لمیٹیشن پیریڈ) کو نظرانداز کرنے والی ریاستی حکومتوں کیلئے عدالت عظمیٰ سیر گاہ نہیں ہوسکتی کہ جب دل میں آیا یہاں چلے آئے۔ عدالت نے کہا کہ ریاستی حکومتوں کو عدالتی وقت ضائع کرنے کا خمیازہ برداشت کرنا چاہئے اور اس کے ذمہ دار حکام سے قیمت وصول کی جانی چاہئے۔ خیال رہے کہ مدھیہ پردیش حکومت نے بھیرولال معاملہ میں ۶۶۳/دن کی تاخیر کے ساتھ اپیل دائر کی تھی۔ (ہمارا سماج ۲۰/اکتوبر ۲۰۲۰ء)

ورلڈ ہنگر انڈیکس: ۱۰۷/ممالک کی فہرست میں ہندوستان ۹۴/ویں نمبر پر

گلوبل ہنگر انڈیکس 2020 میں 107 ممالک کی فہرست میں بھارت 94 ویں نمبر پر ہے اور بھوک کے ’’خطرناک‘‘ زمرے میں ہے۔ ماہرین نے نفاذ کے ناقص طریقہ کار، موثر نگرانی کا فقدان، غذائی قلت سے نمٹنے کے لئے لاتعلق نقطہ نظر اور بڑی ریاستوں کی ناقص کارکردگی کا الزام لگایا۔ پچھلے سال 117 ممالک کی فہرست میں بھارت 102 ویں نمبر پر تھا۔ پڑوسی بنگلہ دیش، میانمار اور پاکستان بھی ’’خطرناک‘‘ قسم میں ہیں۔ لیکن اس سال کے بھوک انڈیکس میں ہندوستان سے اوپر اور اچھی پوزیشن میں ہے۔ بنگلہ دیش 75 ویں، میانمار 78 ویں اور پاکستان 88 ویں نمبر پر ہے۔

سب سے زیادہ مشکل دور سے گزر رہی ہے بھارتی جمہوریت: سونیا گاندھی

کانگریس کی سربراہ محترمہ سونیا گاندھی نے کہا کہ ہندوستان کی جمہوریت اپنے سب سے مشکل دور سے گزر رہی ہے۔ سونیا گاندھی نے پارٹی کی ایک میٹنگ کی صدارت کرتے ہوئے یہ بات کہی جس میں زرعی قوانین اور دلتوں پر مبینہ مظالم کے معاملے پر ملک بھر میں احتجاج اور مظاہرے کے خاکے پر غور کیا گیا۔ کانگریس کی جنرل سکریٹری اور ریاستی انچارج کی میٹنگ کی صدارت کرتے ہوئے سونیا گاندھی نے تین زرعی قوانین کووڈ 19 کی وبا سے نمٹنے معیشت کی حالت اور دلتوں کے خلاف مبینہ مظالم کے معاملے پر مرکزی سرکار پر تیکھا وار کیا ہے۔

فاسٹ ٹریک عدالت کے ذریعے مجرموں کو سخت سزا دی جائے: ہیمنت سورین

جھارکھنڈ کے وزیراعلی ہیمنت سورین نے دمکا میں 12 سالہ بچی کی اجتماعی عصمت دری اور قتل کے معاملے کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے پولیس ڈائریکٹر جنرل کو ہدایت دی ہے کہ وہ اس معاملے میں سخت کارروائی کریں اور انہیں آگاہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی تمام ضلع انتظامیہ اور ضلع پولیس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس طرح کے مکروہ معاملات کی تحقیقات کریں اور فاسٹ ٹریک عدالت کے ذریعے مجرموں کو سزا دیں۔

گذشتہ 3 سالوں میں ہر 35 ویں دن دہلی پولیس کے ایک اہلکار نے کی خودکشی

دہلی پولیس اہلکار کس قدر تناؤ میں رہتے ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پچھلے ساڑھے تین سال میں ہر 35 دن میں اوسطا ایک شخص نے خودکشی کی۔ حق معلومات ایکٹ (آرٹی آئی) کے تحت دائر درخواست کے جواب میں دہلی پولیس نے کہا کہ جنوری 2017 سے لے کر 30 جون 2020 تک فورس کے 37 اہلکاروں اور افسران نے خودکشی کی لیکن خودکشی کرنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد فوجی اور ہیڈ کانسٹیبل کی ہے۔ پولیس کو موصولہ اطلاع کے مطابق پچھلے 42 ماہ میں 14 اہلکار ڈیوٹی پر ہی دم توڑ گئے، جب کہ 23 ملازمین نے 'آف ڈیوٹی' خودکشی کی۔ دہلی پولیس کے اہلکاروں کا کہنا ہے کہ لمبی ڈیوٹی کی وجہ سے فورس کے اہلکار کافی دباؤ میں ہیں اور ممکنہ طور پر اس کی وجہ سے انتہا پسندانہ زندگی کو ختم کرنے جیسے اقدامات کرتے ہیں۔

مہاراشٹر کے گورنر کو توہین عدالت کا نوٹس

مہاراشٹر کے گورنر اور اتراکھنڈ کے سابق وزیراعلیٰ بھگت سنگھ کوشیاری کے خلاف اتراکھنڈ ہائی کورٹ نے توہین عدالت کا نوٹس جاری کیا ہے۔ جس میں کوشیاری سے 4 ہفتوں میں جواب داخل کرنے کو کہا گیا ہے۔ یہ نوٹس شرد کمار شرما کی بنچ نے ایک غیر سرکاری تنظیم (این جی او) کی درخواست کی سماعت کے دوران جاری کیا ہے۔ اتراکھنڈ ہائی کورٹ میں قانونی چارہ جوئی کی ایک ٹیم نے اس معاملے میں ایک پی آئی ایل دائر کی ہے۔ اس پٹیشن کی سماعت کرتے ہوئے عدالت نے گذشتہ سال سابق وزیراعلیٰ بھگت سنگھ کوشیاری کو سرکاری رہائش گاہ اور دیگر سہولتوں کے الاٹمنٹ کے معاملے میں گذشتہ برس تین مئی کو بازار کی شرح پر بقایا جمع کرنے ہدایت دی تھی، عدالتی حکم کے مطابق کوشیاری نے اپنا بقایا کرایہ جمع نہیں کرایا ہے جس کی وجہ سے عدالت نے ان کے خلاف نوٹس جاری کیا ہے۔ (یو این آئی)

بقیات

(بقیہ کتابوں کی دنیا)

ایک باب ابتدائی نشونما اور بچپن کے احوال پر مشتمل مولانا کے قلم سے اس کتاب میں اور شامل ہوجاتا تو اس کی افادیت بڑھ جاتی، تناور درخت پر سب کی نگاہ صدآفریں جاتی ہے؛ لیکن انکھڑی اور پودا کی اٹھان کس طرح ہوئی اس سے دوسرے لوگ ناواقف ہوتے ہیں، ایسے میں یہ تحریر خاصے کی چیز ہوتی اور قارئین کو معلومات کے ساتھ داستان کا مزہ ملتا۔
لیکن ظاہر ہے مصنف ومؤلف کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ تبصرہ نگار اور نقادوں کے زاویۂ نگاہ سے خُطہ اور سن آفس تیار کرے، ان امور کی طرف توجہ صرف اس لئے مبذول کرائی گئی کہ مؤلف جواں سال ہیں، ابھی انہیں اس راہ میں بہت آگے بڑھنا ہے اور آگے بڑھتے ہوئے بعد کے دنوں میں کسی نئی تالیف میں ممکن ہے یہ مشورے کام آجائیں۔ ورنہ اگر ایک جملہ میں اس کتاب پر تبصرہ کرنا ہو تو کہا جائے گا کہ موضوع بھی خوب ہے اور ترتیب وتالیف بھی خوب ہے۔

(بقیہ آزربائجان اور ارمینیا کے درمیان جنگ کے اسباب.......... جولائی ۲۰۲۰ء میں ترکی کی جانب سے استنبول میں آیا صوفیا مسجد کی کشادگی کی اطلاعات موصول ہونے لگیں، ارمینیا قیادت غصے سے آگ بگولہ ہوگئی، ارمینیا نے اس کے خلاف ترکی کو وارننگ دیتے ہوئے آزربائجان، ترکی کی قدرتی گیس وتیل پائپ لائنس کو اپنی سرحدوں سے دور جارجیا کے قریب بند کردیا تھا، جب آزربائجان کے ایک میجر جنرل اپنے سپاہیوں کے ساتھ وہاں معائنے کے لیے پہونچے تو بلا اشتعال ان سب کو آرمینیائی فوج نے قتل کردیا، آزربائجان نے غیر مشروط معافی مانگنے اور فی الفور بین الاقوامی پائپ لائنس سے اپنا ناجائز قبضہ اٹھانے کا مطالبہ کیا، ارمینیا جنگ کی تیاری کرچکا تھا، ایک معاندانہ کارروائی کرتے ہوئے اور آزربائجان کو مشتعل کرنے کے لیے ناگورنو ۔ کاراباخ کی آرکاساک (Arkasakh) اسمبلی کی قرارداد منظور کراتے ہوئے ارمینیا کے ساتھ ضم ہونے کا اعلان کردیا اور شرارتاً سول آبادیوں پر شل باری شروع کردی۔
آزربائجان کا کہنا ہے کہ جب تک پائپ لائنس سے قبضہ برخواست نہیں ہوتا اور ناگورنو۔ کاراباخ اسمبلی کی قرارداد دوں کورد نہیں کیا جاتا، وہ جب تک تمام مقبوضہ علاقے دوبارہ حاصل کرنے تک جنگ بندی ہرگز نہیں کریگا۔ اور نہ کسی کی ثالثی قبول کی جائے گی۔ ترکی چونکہ ناٹو کا رکن ہے، اس لیے روس، فرانس، برطانیہ اور جرمنی ترکی سے مطالبہ کررہے ہیں کہ وہ ثالثی کا کردار ادا کرتے ہوئے جنگ بندی کروائے۔ ترکی کا استدلال ہے کہ ارمینیا قطعے میں مسلم پڑوسی ممالک کے لیے خطرہ بن چکا ہے، بغیر کسی قانونی جواز کے ہماری قدرتی گیس وتیل کی پائپ لائنس بند کرنے کا اختیار اس کو کس نے دیا، ہمارے بھائی، دوست ملک آزربائجان کی سرحدوں کی حفاظت اور ان کی معاشی وعسکری ضروریات کا خیال رکھنا اور مشکل وقت میں ان کا بھرپور تعاون کرنا ہمارا فرض ہے، ایک جانب عیسائی دنیا روس، خلیجی عرب ممالک اور ایران کی ارمینیا کو تائید حاصل ہے، دوسری جانب آزربائجان اور ترکی ارمینیا کی زیادتیوں اور اشتعال انگیزیوں کا مقابلہ کررہے ہیں، آزربائجان کے پاس وافر مقدار میں جنگی اسلحے ہیں اور فوج بھی زیادہ تجربہ کار و طاقتور ہے، آزربائجان نے اعلان کیا ہے کہ جب تک ناگورنو۔ کاراباخ کے تمام ۴۴۲۴/مربع کیلومیٹر پر محیط علاقے پر سے ارمینیا کے ناجائز قبضے برخواست نہیں ہوجاتے، اس وقت تک جنگ جاری رہے گی، روس نے دونوں محارب ممالک کے وزرائے خارجہ کی میٹنگ طلب کی ہے، توقع ہے کہ اس مجوزہ میٹنگ کے مثبت نتائج حاصل ہوں گے، اقوام متحدہ، ناٹو اور عالمی طاقتوں کو چاہئے کہ ثالثی بن کر عدل وانصاف کا معاملہ کریں، ورنہ ارمینیا سے نپٹنے کے لیے ہم آزربائجانی افواج کافی ہیں۔

قیمتی لمحات

التنوخی نے ذکر کیا ہے کہ بغداد میں ایک وزیر نے ایک بڑھیا کے مال واسباب پر دست درازی کی، اس کے حقوق واموال ضبط کر لئے، بڑھیا روتی پیٹتی اس کے پاس گئی اور اس کے ظلم وجور کا ذکر کیا، اس نے کوئی پرواہ نہ کی، بڑھیا نے کہا میں تجھے بددعا دوں گی، تب وہ بڑھیا کا مذاق اڑانے لگا اور بولا جا جا، رات کے تیسرے پہر میں بددعا دینا، اس نے اپنی طاقت کے زعم میں ایسا کہا تھا لیکن بڑھیا نے اس پر عمل شروع کردیا، کچھ ہی دنوں میں وہ معزول ہوا، اس کے اموال چھین لئے گئے، جائداد ضبط ہوئی اور بیچ بازار میں کوڑے لگائے جانے لگے، کیونکہ لوگوں پر خوب ظلم ڈھائے تھے، بڑھیا وہاں گذری اور اس سے کہا: تو نے صحیح مشورہ دیا تھا، رات کے تیسرے پہر کو میں نے بہت اچھا پایا، رات کا یہ حصہ بہت قیمتی اور گراں قدر ہے، اس میں رب العزت فرماتا ہے: ''کوئی ہے مانگنے والا کہ میں اسے دوں، کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کردوں، کوئی ہے پکارنے والا کہ میں اس کی پکار سنوں''۔ نوجوانی میں بہت سے تجربے ہوئے، بہت سی باتیں سنیں اور بہت سے ناقابل فراموش حادثات سے گزرا، لیکن جو سب سے زیادہ فریاد رس بھی ہو اور مدد لطف وکرم کا منبع بھی، ایسا اللہ کے سوا کوئی دوست نہیں ملا۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطه اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah
اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

اعــــلان مفقــود الخبــــری

معاملہ نمبر۱۱/۱۴۲۷/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بسوریا)

قمرالنساء بنت حاکم میاں مقام ملپوروا، وارڈ نمبر۳۴، بگہا ضلع مغربی چمپارن۔ فریق اول

بنام

امتیاز احمد ولد محمد شہید علی وارڈ نمبر۳۱، بگہا۔۱، ڈاکخانہ بگہا، ضلع مغربی چمپارن۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء بسوریا میں عرصہ دوسال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۳/ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۹/نومبر ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۱۰۲/۱۵۲۴/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گواپوکھر مدھوبنی)

حصیرہ خاتون بنت محمد اختر مقام کپسیا ڈاکخانہ کپسیا ضلع مدھوبنی۔ فریق اول

بنام

محمد زاہد ولد محمد شعیب مقام کپسیا ڈاکخانہ کپسیا ضلع مدھوبنی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول حصیرہ خاتون بنت محمد اختر نے آپ فریق دوم محمد زاہد ولد محمد شعیب کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ گواپوکھر میں عرصہ ۳/سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۵/ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱/نومبر ۲۰۲۰ء روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۲۰/۱۲۹۷/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ)

رزینہ خاتون بنت مقصود مرحوم مقام پرمانند پور وارڈ نمبر۳، ڈاکخانہ پرمانند پور ضلع ارریہ ۔ فریق اول

بنام

محمد روجیت ولد اسرائیل عرف دھولت مقام دُھربلاس وارڈ نمبر۲، ڈاکخانہ اکراہا، پورنیہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء ضلع ارریہ میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۹/ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۵/نومبر ۲۰۲۰ء روز بدھ بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر۵/۲۷۰/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ شکرپور بھروارہ)

نکہت خاتون بنت محمد مصطفیٰ مقام جوگیا ڈاکخانہ گاڑھا ضلع سیتامڑھی۔ فریق اول

بنام

محمد آصف ولد محمد عارف مرحوم مقام مادھوپور سلطان پور ڈاکخانہ ٹھاہر، سیتامڑھی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ شکرپور بھروارہ میں آپ کے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۳/ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۹/نومبر ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

حکومت سوشل میڈیا سے خوفزدہ کیوں ہے؟

نہال صغیر

حکومت نے ٹی وی اور پرنٹ میڈیا کے اکثر اداروں کو اپنا زرخرید بنالیا ہے ایسے میں ان کے ذریعہ حکومت کی قدم بوسی کا جواب سوشل میڈیا کے ذریعہ دینا ہی متبادل تھا۔ اس کو استعمال کیا گیا اور خوب استعمال کیا گیا جس سے حکومت اور سنگھ کے کارندے سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اس کا جواب وہ کیا دیتے مگر انہوں نے بھی اتنی جلدی ہارنا نہیں سیکھا ہے، سو انہوں نے سوشل میڈیا کی خامیاں بیان کرتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ یہ غیر معتبر ہے یعنی اسے عوام کے سامنے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اور اب گذشتہ ۲۱؍ستمبر ۲۰۲۰ء کو مرکزی حکومت نے سپریم کورٹ میں حلف نامہ داخل کر کے سوشل میڈیا کو ساری خرابیوں کی جڑ قرار دیا ہے۔ واضح ہو کہ مین اسٹریم میڈیا کی خامیاں اور اس کے حقائق کو چھپانے اور عوام کو زمینی سچائی سے بے خبر رکھنے والے رویہ کیخلاف سدرشن نیوز معاملہ میں سپریم کورٹ کے ججوں کا تبصرہ موضوع بحث ہے۔ اس دوران جبکہ سدرشن، ریپبلک وغیرہ جیسے چینل کی اعتباریت پر بڑے پیمانے پر سوال اٹھ رہے ہیں تو ایک بار پھر مرکزی حکومت نے اپنے چہیتوں کو بچانے کیلئے سوشل میڈیا کا کارڈ سپریم کورٹ میں پھینکا ہے، حکومت کا یہ رویہ اس کے خوف کو ظاہر کرتا ہے۔

بے بسی کے اس دور میں جب عوام کی کوئی سننے والا نہیں تھا سوشل میڈیا ان کیلئے صحرا میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کی طرح آیا جہاں وہ اپنی بات کہہ سکتے ہیں اور مین اسٹریم میڈیا کی زہریلی سوچ کا تریاق بھی ڈھونڈ سکتے ہیں۔ عوام نے سوشل میڈیا کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ آج سوشل میڈیا اور انٹر نیٹ پر ایسی ہزاروں سائٹیں ہیں جہاں آپ کی بات من و عن پیش کی جاتی ہیں۔ حکومت کی پریشانی یہی ہے کہ وہ ہزاروں کروڑ روپئے جس سچائی کو پوشیدہ رکھنے اور عوام کو بدگمانی میں مبتلا رکھنے کیلئے خرچ کررہی ہے، سوشل میڈیا کے جہد کار چند منٹوں میں اس کی ہوا نکال دے رہے ہیں۔ اس لئے حکومت چاہتی ہے کہ وہ اس شعبہ کی خامیوں کا پروپگنڈہ کر کے اس پر بھی اپنی گرفت مضبوط کرے۔ اس لئے مرکزی حکومت نے سپریم کورٹ میں سدرشن ٹی وی کیس میں حلف نامہ داخل کر کے کہا کہ ''ویب پر مبنی ڈیجیٹل میڈیا کو کنٹرول کرنا چاہئے۔ جس میں ویب میگزینز اور ویب پر مبنی نیوز چینلز اور اخبارات شامل ہیں۔ موجودہ وقت میں یہ مکمل طور پر بے قابو ہیں۔ فی الحال، ڈیجیٹل میڈیا بڑے پیمانے پر پھیل گیا ہے۔ جہاں متعدد متضاد ویڈیوز، متضاد خبریں اور حقائق چلائے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگ متاثر ہورہے ہیں۔ ایسی صورتحال میں، قانونی طور پر اس کے لئے رہنما اصول اور قواعد طے کرنا ضروری ہے''۔ حکومت سوشل میڈیا کے تئیں اپنے مقاصد میں کتنی کامیاب ہوتی ہے یہ تو وقت بتائے گا، مگر اس کیلئے اپنے پروپگنڈوں کو سچائی پر تھوپنے کا عمل مشکل ضرور ہوگیا ہے۔ معاشرے میں گندگی مین اسٹریم میڈیا کا وہ طبقہ پھیلا رہا ہے جسے عرف عام میں گودی میڈیا کہتے ہیں، مگر الزام سوشل میڈیا پر دھرا جارہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سدرشن نیوز چینل کیخلاف جاری سماعت سے حکومت اپنے مفاد کا حصول چاہتی ہے کیوں کہ ججوں نے بے لگام الیکٹرانک میڈیا کو کنٹرول کرنے کی بات کی ہے۔

مرکزی حکومت کے خوف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے مین اسٹریم میڈیا سے جن سینکڑوں صحافیوں کو دباؤ ڈال کر باہر نکلوادیا تھا انہوں نے سوشل میڈیا پر مورچہ سنبھال لیا ہے، جو حکومت سے ہر روز سوال کرتے ہیں اور وہ سوال حکومت قابل توجہ سمجھے یا نہیں مگر ملک کے عوام سمیت اقوام عالم تک ان کی باتیں ضرور پہنچ جاتی ہیں اور اس سے مرکزی حکومت بھری دوپہر میں بے لباس ہوتی رہتی ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر مورچہ جمائے صحافیوں نے عوامی مفاد کی باتیں اس قدر کی ہیں کہ مین اسٹریم میڈیا کا اعتبار تو ختم ہو ہی گیا ہے اور عنقریب انہوں نے روش تبدیل نہیں کی تو ان کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ اسی لئے حکومت اپنے چاپلوس میڈیا اور اس کے مالکان کی سلامتی کیلئے سوشل میڈیا کو بدنام کرنے کی جانب قدم بڑھا رہی ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ آج مین اسٹریم میڈیا کا وجود کیوں خطرہ میں ہے؟ ہم نے سیر پر سوا سیر کی کہاوت سنی ہے، سو آج مین اسٹریم میڈیا کے سیر کو سوشل میڈیا کا سوا سیر مل گیا ہے۔ اگر انہوں نے اپنی ذمہ داری ادا کی ہوتی تو ان پر غیر یقینی کے یہ حالات نہیں آتے، انہوں نے اپنا اعتبار خود کھویا ہے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، سوشل میڈیا اسی ضرورت کی تکمیل کیلئے ہمارے سامنے ہے۔ بہتر ہوتا کہ مرکزی حکومت سوشل میڈیا کی نام نہاد خامیاں سپریم کورٹ کے روبرو رکھنے کی بجائے مین اسٹریم میڈیا کے ذریعہ جو زہر معاشرے میں پھیلایا جارہا ہے اس پر کنٹرول کیلئے کوئی تجویز پیش کرتی، جیسا کہ سپریم کورٹ کے ججوں نے سدرشن معاملہ میں الیکٹرانک میڈیا کیلئے اصول و ضوابط اور انہیں اقدار کا پابند بنانے کی بات کی ہے۔

ہندوستانی میڈیا کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے؟ یہ ایک سوال ہے جو یقیناً بہتوں کے دماغ میں گردش کررہا ہوگا۔ اس طرح کے سوال کی وجہ یہاں کے میڈیا ہاؤس کا بے لگام ہوجانا ہی نہیں ہے، بلکہ اکثریت اور دولت کے زعم میں مسلمانوں کو بدنام کرنا اور پسماندہ طبقات کیخلاف سازشیں کرنا ہے۔ کسی مہذب معاشرے میں جہاں میڈیا کو پابند نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کی خبروں کو سینسر کیا جاسکتا ہے۔ مگر دیگر شعبوں کی طرح یہاں بھی کچھ اصول نافذ ہوتے ہیں جس کو عمل میں لائے جانے کی ضرورت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسانوں کی بستی میں میڈیا کیا کسی کی بھی آزادی کلی نہیں ہے۔ جہاں آپ کی باتوں یا آپ کی نام نہاد آزادی سے کسی کو ناحق نقصان پہنچے وہاں آپ کی آزادی ختم ہوجاتی ہے۔ میڈیا کے ایک بڑے طبقہ کے بے لگام ہوجانے کی کہانی اتنی بھیانک ہے کہ اس کی خطرناکی کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ رویش کمار اکثر اپنے بیان میں میڈیا کے اسی رویہ کو نشانہ بناتے ہوئے اکثریتی فرقہ کو کہتے ہیں کہ آپ ٹی وی نہ دیکھیں یہ آپ کے بچوں کو فسادی بنا رہا ہے۔ حکومت کو خود پر سوال اٹھانے والوں سے خوف ہے اور وہ اسے فساد کی جڑ مانتی ہے جبکہ سپریم کورٹ کے ججوں نے مین اسٹریم میڈیا کی تباہی کو اس حد تک محسوس کیا کہ جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کو کہنا پڑا: ''سپریم کورٹ کا کسی چیز پر روک لگانا ایٹمی میزائل کی طرح ہے۔ لیکن ہمیں آگے آنا پڑا کیونکہ کسی اور کے ذریعے کوئی کارروائی نہیں کی جارہی تھی۔ ایک سرکاری افسر نے خط لکھا بس''۔ سپریم کورٹ کے مذکورہ بنچ کے ججوں کا یہ کہنا کہ ''میڈیا میں یہ پیغام جانا چاہئے کہ خاص کمیونٹی کو نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ہمیں مستقبل کے ملک کو دیکھنا ہے جو متحد اور متنوع ہو''۔ بہر حال سپریم کورٹ نے میڈیا کیلئے جس حدود کی بات کی ہے اس کا نافذ ہونا بہت ضروری ہے۔ لیکن یہ حدود حکومت کی ریشہ دوانیوں سے آزاد ہو اور اس کی نگرانی کرنے والے لوگ سبھی کمیونٹی سے ہوں جو مبنی بر انصاف فیصلے لے سکیں۔ ورنہ سدرشن چینل جیسے میڈیا ہاؤس اس ملک کو جلا کر خاک کردیں گے اور اس وقت کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں اس تناظر میں ریڈیو روانڈا کی زہرناکی کو یاد رکھنا چاہئے۔ جس کی نفرت پر مبنی پروپگنڈہ کے سبب لاکھوں انسان قتل کردیئے گئے تھے۔

اگر اب بھی نہ جاگے تو پھر تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا

سید مجاہد حسین

پچھلے چھ سات ماہ کورونا وبا کے سخت اثرات اور اذیت کے مساعد بھرے حالات سے دودو ہاتھ کرنے کے بعد اب دنیا کے بیشتر ممالک صحتیابی کی دہلیز کی طرف لوٹنے لگے ہیں اور مسلسل یہ خبریں آرہی ہیں کہ لوگ بیمار کم پڑرہے ہیں، جب کہ ان کے ریکور ہونے کی شرح زیادہ ہے، ایسے میں اب یہ امید کی جارہی ہے کہ ہم جلد ایک صحت مند زندگی کی طرف لوٹنے میں کامیاب ہو پائیں گے اور پھر سے پہلے کی طرح ایک بے خوفی سے پاک اور خوشحال زندگی کے لمحات گذار سکیں گے، خدا سے تو یہی دعا ہے، لیکن اس درمیان ہمیں پھر سے بدلتے موسم کے وہ اثرات بھی ڈرا رہے ہیں جو پھر سے کورونا کی واپسی کا سبب بن سکتے ہیں اور لوگوں کو اپنا شکار بنا سکتے ہیں، ماہرین اس تعلق سے ابھی سے لوگوں کو متنبہ کررہے ہیں اور لوگوں سے احتیاط برتنے کی اپیل بھی کررہے ہیں۔

آپ کو بتادیں کہ ہر سال موسم سرما شروع ہونے پر آب وہوا زیادہ آلودہ ہوجاتی ہے، ہوا میں کثافت کے ساتھ وہ آلودگی بھی رہتی ہے جو کئی گنا بڑھ ہی نہیں جاتی بلکہ خطرناک بھی ثابت ہوتی ہے، لوگوں کو سانس لینا دشوار ہوجاتا ہے اور اسپتال میں سانس کے مریضوں کا تانتا لگ جاتا ہے، ہر سال دہلی، ہریانہ، یوپی اور پنجاب کے شہروں کا کچھ ایسا بھیانک منظر ہوتا ہے کہ ہنگامی حالات پیدا ہوجاتے ہیں، حالات اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ دہلی میں گاڑیوں کی طاق وجفت فارمولے کے تحت چلانے کی نوبت آجاتی ہے، گھروں سے لوگوں کا باہر نکلنا سخت دشوار ہوجاتا ہے، دفاتر، اسکولیں بند ہوجاتے ہیں، اور سخت اقدامات اٹھانے کی طرف غور کرنا پڑجاتا ہے، لہذا اب موسم کے آغاز پر پھر یہ ڈرستانے لگا ہے اور حکومتیں فکر مند ہیں کہ وہ پہلے ہی کورونا کی مار جھیل رہے ہیں ایسے میں اگر ذرا سی لاپرواہی ہوئی تو دوبارہ ہم پھر اس مقام پر پہنچ جائیں گے، جہاں اب ہیں، حالات بھی کچھ یہ اشارہ دے رہے ہیں، اس لئے ہمیں اس تعلق سے پھر غور کرنے کی ضرورت ہے، ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم کسی حال میں احتیاط کا دامن نہیں چھوڑیں گے، اصل بات تو یہ ہے کہ ہمیں ایک صحت مند ماحول میں جینا ہے تو اس کے لئے خاص خیال رکھنا ضروری ہے، اس بات کو گرہ گیر کرلینا ضروری ہے کہ اچھی صحت کا راز صاف اور شفاف ماحول ہے، ہمارے ارد گرد گندگی نہ ہو اور ہم خود صفائی کا خیال رکھیں، آنے والے موسم میں جہاں فضا میں گھٹن ہوتی ہے، منظر دھندلا ہوتا ہے اور لوگ کثرت سے بیمار پڑتے ہیں، کورونا کا دوبارہ مژدہ سنانے کے لئے کافی ہوگا۔

شکر ہے کہ حالات ابھی تو کچھ اطمینان بخش ہیں، لیکن آنے والا وقت خطرہ سے خالی نظر نہیں آرہا ہے، حکومتوں کی ذمہ داری ہونی چاہئے اور حالات سے نمٹنے کی کیا احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں ان سب باتوں پر غور کرنا ضروری ہوگا، اور اس میں سنجیدگی دکھانا ہوگی، ہمیں دیکھنا ہوگا کہ باہمی فاصلہ، ہاتھوں کو دھوتے رہنا اور ماسک پہننا، عوامی مقامات پر تھوکنے سے بچنا یہ وہ سب احتیاطی اقدام ہیں جن کی بدولت ہم بیماری کو مات دینے میں کافی حد تک کامیاب ہو پائے ہیں، اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وبائی بیماری کافی کم ہوئی ہے اور حالات سنبھلے ہیں، دراصل لاک ڈاؤن کی وجہ سے ہم پہلے سے ہی ہر شعبہ میں نقصانات کا سامنا کررہے ہیں، اگر حالات نہیں سنبھلے تو مزید نقصان اٹھانا پڑجائے گا، اور ہم مزید پیچھے ہوتے چلے جائیں گے، ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ کورونا کی وجہ سے ہوئے لاک ڈاؤن سے ہماری معاشی حالت کس نہج پر پہنچی ہوئی ہے، بچوں کی تعلیم کا کتنا نقصان ہوا ہے، ایسے میں ان کے مستقبل کا کیا ہوگا، نوجوان بے روزگاری سے کتنا پریشان ہے، کسان غریب اور مزدور کتنا بے حال ہے، اور ان حالات میں حکومت کے پاس قدم اٹھانے اور عوام کو دینے کے لئے کیا کچھ باقی بچا ہے، لوگوں کی تجارت اور نوکریوں کا کیا حال ہے، یہ سب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

یہ وہ چند سوال ہیں جو ہمیں ہمہ وقت بے چین اور پریشان کئے رہتے ہیں، اگر ہم اب بھی نہ جاگے تو۔۔۔۔ یقیناً ہمارا کوئی پرسان حال نہ ہوگا اور ہم تباہی کے دلدل میں پھنستے چلے جائیں گے، اس لئے ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ محنت اور احتیاط کرنے کی ضرورت ہے، آنے والا وقت مزید آزمائش والا ہے، حکومت کو بھی الرٹ رہنا ہوگا اور مکمل عملی اقدام کے بارے میں سوچنا ہوگا، محض زبانی جمع خرچ سے کام چلنے والا نہیں ہے۔

Volume:60/70,Issue:42 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

کچھ مشکلیں ایسی ہیں کہ آساں نہیں ہوتیں
کچھ ایسے معمے ہیں کبھی حل نہیں ہوتے
(احمد فراز)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

آزربائجان اورارمینیا کے درمیان جنگ کے اسباب

ناظم الدین فاروقی

آزربائجان اورارمینیا کے دمیان ستمبر سے جنگ جاری ہے، یہ دنیا کی عام جنگوں سے بالکل مختلف ہے، علاقائی طاقت اورقومی برتری کے لیےلڑی جانے والی بڑی ہی پیچیدہ جنگ ہے۔ یورپ میں اس قطعےکوکئی وجوہات سے اہمیت حاصل ہے ،ایک جانب ارمینیا میں دنیا کے سب سے قدیم چرچ اور باباؤں کی خانقاہیں (Monitoies) ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سوسال بعد یعنی ۱۷ر سو سال قبل سے ہی عیسائی کلیسائیں قائم ہیں ،آزربائجان مسلم اکثریتی مملکت، قدرتی گیس وتیل کی دولت سے مالا مال ہے۔آبادی، رقبےاورآمدنی کے اعتبار سے دونوں مما لک کا کوئی تقابل نہیں ہے،جس کی تفصیلات اس طرح ہیں:

شمارنمبر	ملک	باشندے	مذاہب	کل رقبہ	فی فردسالانہ آمدنی
۱	آزربائجان	۹۰ر لاکھ آبادی	۹۵ر فیصد مسلم، ۵ر فیصد عیسائی اوردوسرے مذاہب	۸۹۰۰۰ مربع میل	۱۷۰۰۰ر ڈالر
۲	ارمینیا	۳۱ر لاکھ آبادی	۹۰ر فیصد عیسائی	۲۹۰۰۰ مربع میل	۱۰۰۰۰ر ڈالر
۳	ناگورنو کاراباخ	۱۵۰۰۰۰ آبادی	۹۰ر فیصد عیسائی	۴۴۵۰ مربع میل	۴۸۰۳ر ڈالر

ارمینیا کے بالمقابل آزربائجان کی ۴۱ر فیصد آمدنی زیادہ ہے، آبادی ورقبے کے اعتبار سے آزربائجان ارمینیا سے ۳ر گُنا بڑا ہے۔ یہ دونوں مما لک کئی سوسال تک مسلمانوں کے تحت تھے، سلجوق اور بعد میں سلطنت عثمانیہ کی ۱۹۲۰ءتک حکومت قائم تھی، روس کے اشترا کی انقلاب کے بعد یہ دونوں علاقے روس کے ساتھ ضم ہو گئے۔ دونوں مما لک کے درمیان ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۲ءتک آزادی اور علاحدگی کی جدو جہد چلتی رہی، اس دوران ۲۸ر تا ۳۸ر ہزار سپاہی اور عام شہری ہلاک ہوئے ،۱۹۹۲ء میں روس نے ان دونوں ریاستوں کو آزاد کر دیا۔ ان دونوں ملکوں کے درمیان قفقاز کی جنوب مشرقی پہاڑیوں میں ۴۴۲۴ر مربع میل پر مشتمل ایک علاقہ ناگورنو۔ کاراباخ (Nagorno-Karabakh) کا ہے ، جسے جمہوریہ ارکاساک(Republic of Arkasakh) بھی کہتے ہیں ، یہ اقوام متحدہ کی غیر معترف ریاستی حکومت ہے ، جہاں کی آبادی بمشکل ڈیڑھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے ، برطانوی دور سے ہی اس علاقے کو علاحدہ طور پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

جب روس نے آزربائجان اورارمینیا کو آزادی دی تو کئی اہم بین الاقوامی معاہدوں پر دستخط ہوئے ،جس میں دو باتیں بڑی اہم تھیں؛ ایک تو ناگورنو۔ کاراباخ کا علاقہ آزربائجان کی ملکیت میں رہے گا ،اور چونکہ آبادی کی اکثریت عیسائیوں کی ہے ، تو اس علاقے کا نظم ونسق ارمینیا کا ہوگا۔ ناگورنو۔ کاراباخ ارکاساک (Arkasakh) کی ایک مقامی چھوٹی سی آزاد اسمبلی بھی ہے، جو ارمینیا یا یورپی طاقتوں کی ایماء پر اپنی آزادی اورارمینیا میں ضم ہونے کی قراردادیں منظور کرتی رہتی ہے، سابق میں بھی اس وجہ سے آزربائجان اورارمینیا کے درمیان طویل جنگیں ہوتی رہیں، دونوں مما لک کا روس پر بڑا انحصار ہے، اور با اعتماد سفارتی تعلقات کے ساتھ روس سے گہرے دوستانہ مراسم ہیں۔

آزربائجان دنیا کا واحد ایسا مسلم ملک ہے، جہاں کی ۸۵ر فیصد آبادی شیعہ ہے اور صرف ۱۵ر فیصد آبادی سنی ہے، روس کے گذشتہ ۷۰ر سالوں میں استبداد اورآزربائجانی مسلمانوں پر شدید مظالم کی وجہ سے مذہب اسلام کو مکمل طور پر نکال باہر کر دیا گیا تھا، جس طرح چین میں آج ایغور مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، ٹھیک اسی طرح آزربائجان کی مساجد، خانقاہیں، نیست ونابود کر دی گئی تھیں۔ سیکڑوں علماء، حفاظ، سیاسی، سماجی ومذہبی قائدین اور صوفیاءکرام کا بے دریغ قتل کیا جاتا رہا، ان مظالم کی وجہ سے شیعہ، سنی مسلمان آپس میں اندرونی طور پر متحد ہو گئے، اسلامی عقائد، تہذیب وتمدن کو بچانے کے لیے آزربائجانی مسلمانوں کو بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ آزربائجان باوجود اس کے ایران کا ہمسایہ پڑوسی ملک ہے، اور دو ملین سے زیادہ آزربائجانی باشندے ایران میں بستے ہیں، پھر بھی آزربائجانی شیعہ ایران کی مذہبی شیعہ قیادت اور ائمہ کو تسلیم نہیں کرتے ، یہ عجیب حقیقت ہے کہ ایران اورآزربائجان کے تعلقات ہمیشہ ہی سے بڑے تنازعات کا شکار رہے۔ آزربائجانی شیعہ، سنیوں سے زیادہ قریب ہیں۔ ۱۹۹۲ء مین جب آزربائجان روس سے نیا نیا آزاد ہوا تو اسلام پسند مسلمانوں کی بہت قلیل تعداد تھی، آج ۶۶ر فیصد آزربائجانی مسلمان اسلام پسند ہیں، جن میں سے صرف ۱۰ر فیصد پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، ۳۶ر فیصد کا خیال ہے کہ اسلامی عقائد کافی ہیں، عبادات، حلال وحرام کے مذہبی اصول کی سختی سے پابندی، انتہا پسندی ہے اور یہ سب نجی معاملات ہیں ،وغیرہ۔ آزربائجان میں ۴ر فیصد عیسائیوں کے علاوہ ۱۶۰۰۰ر یہودی، ۲ر ہزار بہائی اور ۵۰۰ر ہندوؤں کو شہریت حاصل ہے۔ جس وقت روس سے آزربائجان آزاد ہوا تھا، اس وقت آزربائجانی یہودی بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے، اورآج بھی ان کی بہت طاقتور پوزیشن ہے، اس لیے ایک تو آزربائجان حکومت کو لادینی سیکولر ملک بنایا گیا ، باوجود اس کے کہ یہاں ۹۵ر فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے، تمام مذاہب اور عقائد وافکار کے ماننے والوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں، دوسرے کہ اولین شرط یہ بھی تھی کہ اسرائیل قریبی دوست ملک ہوگا، پہلے ہی دن سے اسرائیل مملکت کو تسلیم کرتے ہوئے سفارتی ،عسکری، معاشی طویل مدتی معاہدات پر دستخط حاصل کرا لیے گئے تھے ، آزربائجان کا دارالحکومت باکو آج بھی تل ابیب کی تصویر پیش کرتا ہے ، جہاں پر شراب خانوں، پبس (Pubs) میوزک ،ڈانس، رقص وسرور کے کلب رات دن دعوت عیش وعشرت دیتے رہتے ہیں۔

آزربائجان کے اسلام پسند مسلمانوں کی قابل تقلید بات یہ ہے کہ ان کی مساجد (شیعہ وسنی) ایک ہی ہوتی ہیں، اور ایک ہی امام مسجد کے پیچھے سب باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، ۱۵ر دن شیعہ امام او ۱۵ر دن سنی امام نماز پڑھایا کرتا ہے۔ آزربائجان سے ترکی کے برادرانہ، گہرے تعلقات اور مضبوط سفارتی رشتے ہیں، آزربائجان کے ایران سے تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہتے ہیں اور ترکی کا یہ ملک قریبی حلیف ہے۔

ارمینیا کی ایک سرحد ترکی اور دوسری سرحد آزربائجان سے ملتی ہے، اس کے علاوہ مشرقی جانب ایران کی سرحدیں بھی ملتی ہیں۔ ارمینیا کے دونوں مسلم پڑوسی مما لک سے تعلقات کشیدہ رہے ہیں ، ارمینیائی عیسائی مذہبی قیادت کے انتہا پسند اور کٹر مسلم دشمن ہونے کی وجہ سے کبھی حالات وتعلقات معمول پر آنے کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی ہے۔ اس مرتبہ جو ارمینیا اور آزربائجان کی جنگ کا آغاز ہوا، اس کی ابتداء ۱۳ر جولائی ۲۰۲۰ء سے ہوئی تھی ، آزربائجان گیس اور تیل کی دو پائپ لائنس ترکی کے لیے ارمینیا کے شمال مغرب میں واقع جارجیا سے ہوکر گزرتی ہیں، اور گیس کی ۹۸۰ر کیلو میٹر اور تیل کی ۱۷۶۸ر کیلو میٹر طویل سپلائی لائن ترکی کی ایندھن کی ضروریات پوری کرتی ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)